جنوری ۸۸ء

19/16/36

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

★ حُبِّ رسولؐ اور اُس کے تقاضے

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی

CONCRETE FACTS

HIGHLIGHTS IN PRECASTING

— Pioneered the development of precast prestressed concrete industry in Pakistan.
— Covered more than 100,00,000 sq. feet area by our precasts throughout Pakistan
— More than 12 different kinds of roofing systems available Latest development is Double Tee Planks upto 60 long and hollow-core slabs upto 30' long.

HIGHLIGHTS IN CONSTRUCTION

— The group started activities in 1960, constructed 8-Sugar Mills, 5-Dozen Textile Mills, 2-Jute Mills, 1-Cement Factory, 2-Paper Mills, 5-Beverage Plants, Silos for Seed Processing Plants, Chemical Plants, Prill Towers for Fertilizer Factories 50,00,000 sft of shall type structure for numerous industries and hundreds of other industrial buildings and Terminal-III at Karachi Airport

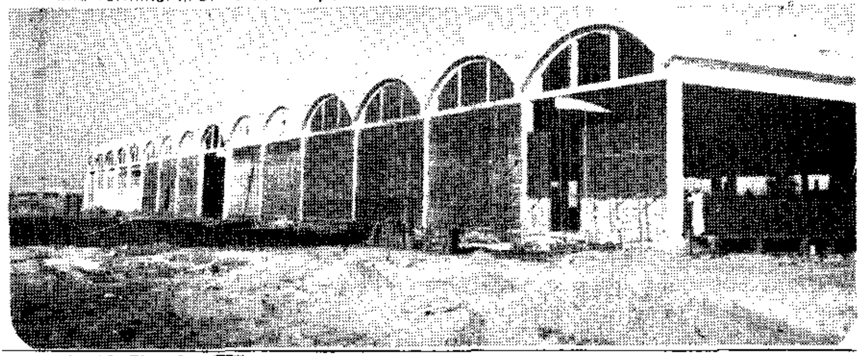

IZHAR GROUP OF COMPANIES

Leaders of innovative construction and precasting technology

H O Izhar House 3 Rivaz Garden, P O Box 763, Lahore
Tel : 320108, 320109, 321748, 55629 Telex : 44974 IZHAR PK

Sales Offices Throughout Pakistan

Muridke (Lahore) Phone : 700510
Karachi Phone : 312080
Jauharabad Phone : 588, 590,
Peshawar Phone : 78254
Rawalpindi Phone : 64765
Multan Phone : 34073, 73469
Faisalabad Phone : 51341, 51343

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ : اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

(1133)

جلد ۳۷
شمارہ ۱
جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
جنوری ۱۹۸۸ء
فی شمارہ ۵/-
سالانہ زرتعاون ۵۰/-

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مینجنگ ایڈیٹر
اقتدار احمد

ادارۂ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی
حافظ عاکف سعید

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوحا، قطر، متحدہ عرب امارات ـ ۲۵ سعودی ریال یا ۱۱۵/- روپے پاکستانی
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر ـ ۶ امریکی ڈالر یا ۱۰۰/- روپے پاکستانی
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ ـ ۹ امریکی ڈالر یا ۱۵۰ "
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ ـ ۱۲ امریکی ڈالر یا ۲۰۰ "

ترسیل زر : ماہنامہ میثاق لاہور یونائیٹڈ بنک لیمٹڈ ماڈل ٹاؤن برانچ
۳۶ ـ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ـ ۱۴ (پاکستان) لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
۳۶ ـ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : ۸۵۲۶۸۳
سب آفس : ۱۱ ـ داؤد منزل ، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی فون ۲۱۶۵۸۶

طابع : چوہدری رشید احمد مطبع : مکتبہ جدید پریس شاہراہ فاطمہ جناح ، لاہور

مشمولات

● عرضِ احوال ——— ۳
اقتدار احمد
● الہدیٰ (نشست نمبر ۱۵) ——— ۱۳
اسلام کا معاشرتی اور سماجی نظام (۲)
ڈاکٹر اسرار احمد
● حُبِّ رسولؐ اور اس کے تقاضے ——— ۲۳
ڈاکٹر اسرار احمد
● آدابِ معاشرت ——— ۵۷
کھانے پینے کے آداب
شیخ رحیم الدین
● نجومِ ہدایت ——— ۶۵
حضرت عمیرؓ بن سعد
طالب الہاشمی
● معاملات ومسائل ——— ۷۳
چہرہ کا پردہ قرآن وسنت کی روشنی میں
الاستاذ شبیر احمد نورانی
● رفتارِ کار ——— ۷۷
● افکار وآراء ——— ۸۷

اقتدار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ احوال

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارا نقطۂ نظر الم نشرح ہے کہ وطن عزیز میں متفرق اصلاحی کوششوں ' اسلامائزیشن .... جس کا ترجمہ ایک صاحب نے "اسلام کاری" کیا اور کیا خوب کیا ہے...... کے آنکھوں میں دھول جھونکنے کے عمل اور انتخابات کے ذریعے جمہوری اداروں کے نقار خانے میں چند طوطیوں کو داخل کرنے میں کامیاب ہو جانے سے کوئی خیر بر آمد نہ ہو گا۔ یہاں تو ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک ہی کوئی موثر تبدیلی لا سکے گی۔ اس طرح کی کوئی انقلابی تحریک نظریہ پاکستان سے متصادم بھی ہو سکتی ہے، جو یہاں کوئی ایسا انقلاب برپا کرنے کی کوشش کرے جس کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ہم بارگاہ رب العزت میں نہایت عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے عطا کردہ اس خطہ ارضی میں ہماری آنکھوں کو ایک اسلامی انقلاب سے ٹھنڈک بخشے جو منہج نبوی۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام...... پر استوار ہو اور ہماری اپنی اگر نہیں تو ہماری آئندہ نسلوں کی دنیا اور عاقبت کو سنوار دے۔ دجل و فریب کے سرابوں کی مادّی انسانیت کو راستی اور حقیقت سے روشناس کرے اور دنیا کو ظلم و عدوان کے مہیب سایوں سے نکال کر عدل و قسط کی روشنی میں نہلا دے۔ بساط بھر اس کے لئے کوشاں بھی ہیں ' اگرچہ ہماری کوششیں تاحال کسی بھی طور اس "من عزم الامور" کام کے ہم پلہ نہیں۔ ابھی تو ہم طنز و استہزاء ہی کا ہدف ہے۔ تاہم معذرتاالی اللہ اپنا فرض ادا کرنے کی سعی کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دیئے رکھے اور استقامت عطا فرمائے۔

اس پس منظر میں ہمارا حکومت یا عوام سے کسی اکیلی برائی ' کسی منفرد خرابی یا کسی مخصوص منکر پر الجھنا اپنی منزل کھوٹی کرنے کے مترادف ہے۔ اگرچہ دیندار حلقوں اور دین پسند جماعتوں کی طرف سے اس نوع کی بھی کوئی صدا بلند ہو تو ہماری نحیف آواز ہم آہنگ ہو گی۔

بایں ہمہ ایک دو باتوں کی دہائی دینے پر ہم مجبور ہو گئے ہیں۔ ارباب حکومت سے گزارش کرتے ہیں کہ اللہ کے غضب سے ڈریں' وہ بھی بحمد للہ مسلمان ہیں' ولادت کے فوراً بعد اذان اور اقامت ان کے کانوں میں بھی کہی گئی ہے' موت بر حق ہے کسی کو اس سے رستگاری نہیں۔ ذرا سوچیں جب اپنے خالق و مالک کی عدالت میں کھڑے ہوں گے تو ان کا کون سا عذر قابلِ سماعت ہو گا۔ اور انبیاء کے جانشین علماء سے ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین حمیت اور غیرت کا طالب ہے۔ وہ کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ دین کی پاسداری اور رجوع الی اللہ کا کیا ذکر' یہاں تو گنگا الٹی بہہ رہی ہے۔ اس بات کا بالالتزام اہتمام ہے کہ دلوں کے دروازے ہر خیر کے لئے بند ہی نہ ہوں' مقفل ہو جائیں۔ قوم کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ پر روز بروز جری کیا جا رہا ہے۔ مسلمان بچوں اور بچیوں کی گھٹی میں مغربیت' بے حجابی و عریانی' بیباکی و گستاخی' مادر پدر آزادی اور جدت و اباحیت کے زہر کی آمیزش کی بھرپور اور کامیاب کوشش جاری ہے۔ آپ کب تک مہر بہ لب رہیں گے؟ ٹک ٹک دیدم' دم نہ کشیدم کی روش تا کجا؟؟

☆ ☆ ☆ ☆

اللہ کی بخشندہ تمام صلاحیتیں جن سے انسان برے بھلے کام لیتا ہے اور صلاحیتوں کو استعمال کر کے اس نے جو علمی' فنی اور ٹیکنالوجیکل میدان مارے اور جو اضافی سہولتیں حاصل کر لی ہیں وہ سب ایسے ہتھیاروں کے ذیل میں آتی ہیں جن کو خیر اور شر دونوں ہی کے لئے یکساں موثر طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ابلاغیات کے ضمن میں جو ترقی ہوئی وہ کسی دوسرے سائنسی ارتقاء سے کمتر نہیں۔ اسے لوگوں کی باخبری میں اضافے' قلب و ذہن کے رجحانات کے تعین اور سوچ کی سمت و جہت مقرر کرنے میں جو قدرت حاصل ہوئی۔ اس نے نظری' سمعی اور بصری ذرائع ابلاغ کو طلسماتی استعداد دے دی ہے۔ اور ان میں بھی ٹیلی ویژن کا بصری ذریعہ ابلاغ تو غضب ڈھاتا ہے۔ ہمارے ملک میں اس کے معدودے چند مفید اور معلوماتی پروگراموں نے بڑوں اور بچوں کی ذہنی سطح' بلکہ "آئی۔ کیو" کو خاصا ہی بلند کیا۔ دوسری طرف حکومت کو اپنے کارناموں کے ڈھول پیٹنے کا اس حد تک موقع ملا کہ لوگوں کے کانوں کے پردے پھٹنے پہ آ گئے ہیں۔ خبرنامے کے نام پر جناب صدر اور وزرائے کرام کی فوج

ظفر موج کی لشکر کشی دیکھ دیکھ کر ناظرین کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں' لیکن یہ سب کچھ گوارا، "مذہبی" پروگراموں کے حساب میں جمع کرنے کے لئے جو کچھ اس چھوٹی سکرین پر پیش کیا جاتا ہے' اس پر بھی ہم صبر کر لیں گے لیکن سٹیج شوا اور ڈراموں کی شکل میں قوم کی رگ و پے میں جو زہر اتارا جا رہا ہے اس ... اموش رہنا اب ممکن نہیں رہا۔ مشرقی تہذیب و تمدن اور اسلامی طرز معاشرت کی دھجیاں بکھیرنے میں جس سفاکی اور جراتِ رندانہ کو کام میں لایا جا رہا ہے اسے یونہی کھل کھیلنے کا موقع دیا گیا تو ہمارا معاشرہ جو پہلے ہی شتر بے مہار ہے' اس کی رہی سہی اقدار کا بھی جھٹکا ہو جائے گا۔

ہمارے قارئین کو ٹیلی ویژن کے ڈراموں کے بارے میں گفتگو "میثاق" میں ذرا نئی چیز لگے گی۔ سو واقعہ یہ ہے کہ اس جریدے کے مدیر مسئول' برادر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا گھر ایسی "جدید ایجادات" سے اب تک خالی ہے' چنانچہ انہیں خبر ہی نہیں پی۔ ٹی۔ وی کیا قیامت ڈھا رہا ہے۔ البتہ ان سطور کے راقم کی رگ صحافت جب پھڑکتی ہے تو نہ صرف بعض ڈرامے ذرا باقاعدگی سے دیکھ لیتا ہے بلکہ اخبارات میں ان پر ناظرین کے تبصرے بھی نظر سے گزرتے ہیں۔ ان دنوں پی۔ ٹی۔ وی کے تمام مراکز میں نہ صرف ڈراموں کی دوڑ لگی ہوئی ہے بلکہ مقابلہ اس باب میں بھی ہے کہ کون مسلّمہ مشرقی و اسلامی شعائر کا زیادہ قرینے سے خاکہ اڑاتا ہے۔ پورے اعتماد اور ادّعا کے ساتھ کہا جا سکتا کہ بود و باش' نشست و برخواست' چال چلن' زیب و زینت اور گفت و شنید کے جو طور طریقے ان ڈراموں میں دکھائے جاتے ہیں وہ پاکستان کے فی لاکھ ایک کنبے قبیلے یا گھر میں بھی نہیں پائے جاتے لیکن اتنے ہی یقین اور شدت اندیشہ کے ساتھ یہ خطرہ نوشتۂ دیوار نظر آتا ہے کہ الاماشاءاللہ سو فیصد گھرانوں کی نوخیز نسل کا دم انہی اطوار کو اپنانے کی خواہش پہ نکلا جا رہا ہے...... پاکستان ٹیلی ویژن کے شاہکار ڈراموں کے بارے میں اس سے زیادہ لکھنا ان قیمتی اوراق کا ضیاع ہو گا۔ مرکزی وزیر اطلاعات' متعلقہ وزارت کے صاحب اختیار لوگ اور ہماری ھئیت مقتدرہ کو جو بزعم خویش ٹی وی کا قبلہ سیدھا کر چکی ہے' اللہ تعالیٰ اگر نیکی کی توفیق دیں تو یہ تھوڑا لکھا ہی بہت ہے۔ تاہم ایک ڈرامے کا ذکر کئے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے جس میں معمول کے رطب و یابس پر مستزاد اسلام کے عائلی نظام پہ ہمارے مہربانوں کی چیرہ دستی تجاوز کی سب حدیں پھلانگ گئی۔ کوئٹہ مرکز سے ایک

ڈرامہ چھ اقساط میں ٹیلی کاسٹ ہوا ہے جس کی کہانی کا خلاصہ یوں ہے کہ ایک شخص جو اپنی ماڈرن بیوی اور حساس وذہین بیٹے کے ساتھ معمول کی زندگی بسر کر رہا تھا' ایک لڑکی کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا ہے۔ کسی آلائش میں ملوث ہوئے بغیر اس سے شادی کا فیصلہ کرتا اور اپنی سر چڑھی بیوی کو بھی بتا دیتا ہے۔ بس اس پہ ایک طوفان کھڑا ہو جاتا ہے۔ زوجہ محترمہ گھر چھوڑ کر میکے جا بیٹھتی ہیں' بیٹے سے بھی کنارہ کر لیتی ہیں اور پھر شوہر کے تائب ہو جانے اور محترمہ کے ردعمل کی شدت سے متاثر ہو کر اس لڑکی کے بھی انکار کر دینے کے باوجود ان کی برہمی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اعتماد کے نازک آبگینے کو ٹھیس جو لگ چکی تھی۔ آخر کار بیٹے کی کس مپرسی' جذباتی ہیجان اور علالت سے متاثر ہو کر اپنے گھر لوٹتی اور شوہر سے آمنا سامنا ہونے پر اپنا آخری فیصلہ یوں سناتی ہیں۔

"میں اس گھر میں اپنے بچے کی ماں بن کر تو رہ سکتی ہوں 'تمہاری بیوی بن کر نہیں"

اور اسی جملے پر ڈرامے کا اختتام ہوتا ہے۔

نکاح ثانی ہمارے دین میں ایسی معیوب حرکت تو نہیں۔ زوجین میں باہمی اعتماد اور ہم آہنگی یقیناً مطلوب شے ہے لیکن اس رشتے کو ایسا چھوئی موئی کا پیڑ کون سی شریعت میں بنایا گیا ہے؟ پھر طلاق یا خلع کے بغیر بیوی کیسے شوہر سے فارغ ہو سکتی ہے؟ اور علیحدگی کا فیصلہ ہو ہی جائے تو ایک خاتون کو محض بچے کی ماں کی حیثیت میں گھر میں کیوں کر ڈالا جائے گا؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہمارے دانشور ارباب اقتدار کے تعاون سے جس فقہ کی داغ بیل ڈالنا چاہتے ہیں' اس کی جھلکیاں آپ نے دیکھ لیں۔ شاید یہی ہے شریعت اسلامیہ کی تدوین نو! اور اسے "سب" کے لئے قابل قبول بنانے کی کوشش کا ایک نمونہ!!۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

☆ ☆ ☆ ☆

اسلام کا نام لینے والوں کو یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ سود آخرت میں کیسے زیاں کا باعث ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اور اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف۔ اعلان جنگ سے تعبیر کیا ہے اور پادشاہ کون ومکان کی عدالت میں ہتھیار اٹھانے والے باغیوں سے جو سلوک متوقع ہے اس کے بارے میں کسی خوش فہمی کی ہرگز گنجائش نہیں۔ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان مبارک نے سود کے گناہ کو اپنی ماں کے ساتھ بدکاری سے ستر گنا زیادہ بڑا جرم قرار دیا تو ظاہر ہے کہ...... خاکم بدہن...... یہ نہ مبالغہ آمیزی تھی نہ شاعری۔ یہ یاددہانی ہم صرف اس عملِ شنیع سے بیزاری کے اظہار کے لئے کر رہے ہیں ورنہ اٹھتے بیٹھتے اسلام کا نام لینے والی ہماری حکومت بھی تو اسے حرام اور "متروک" قرار دے ہی چکی ہے۔ سود کے خاتمے کی نوید بہت دنوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں لیکن بالفعل دیکھ یہ رہے ہیں کہ معیشت کی اس اُمّ الخبائث کو صرف میلی آنکھوں سے محفوظ ہی نہیں رکھا جارہا' اس کی کشید کے نت نئے طریقے ایجاد کئے جارہے ہیں۔ سود کو خاص و عام کے لئے زیادہ سے زیادہ دلکش' مفید اور منفعت بخش بنایا جارہا ہے کہ ہنیأمریا اس سور کو کھاؤ اور خدمت قوم کا ثواب مفت میں لو

سود کی حرمت کے صریح احکام' اس پر نکیر کی حکمت اور معاشرے میں اس سے جو فساد پیدا ہوتا ہے اس کی توضیح و تشریح پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اہل علم نے اس پر خاصا وقیع کام کیا ہے۔ ان صفحات میں انہیں دہرانے کا موقع نہیں۔ ہم صرف دو پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کریں گے جن کے اثرات سے ہم سب عملاً دوچار ہیں۔ ایک وہ جس کی وضاحت محمد حنیف رامے صاحب نے جو اقتصادیات میں تعلیمی استعداد اور چار سال پنجاب کے وزیر خزانہ رہنے کے باعث فہم و ادراک بھی رکھتے ہیں' راقم الحروف سے ایک نجی گفتگو میں کی اور دوسرا وہ جسے ملک کا ہر صارف بھگت رہا ہے۔ رامے صاحب کے اس دعوے میں صداقت کا وزن محسوس کیا جاسکتا ہے کہ سود کی شرح جوں جوں اونچی ہوتی جاتی ہے توں توں بیکاری میں اضافہ ہونا امر لازم ہے۔ جو شخص اپنی رقم پر گھر بیٹھے ہاتھ پیر ہلائے بغیر اور کسی نقصان کے اندیشے سے صاف بچ کر بیس سے تیس فیصد تک "منافع" حاصل کر سکتا ہے اسے باؤلے کتے نے تو نہیں کاٹا کہ اس سے کاروبار کرے' صنعت لگائے اور سو کھکھیڑ مول لے۔ اور کاروبار سکڑنے لگے' صنعت و حرفت میں سرمایہ کاری کم ہو جائے تو ظاہر ہے کہ بیکاری بڑھے گی۔ سود کی بالا سے بالاتر ہوتی یہ منفعت اگر ہمیں تاحال بیکاری کے زیادہ چونکا دینے والے اضافے کا احساس نہیں ہونے دیتی تو اس کی ایک وجہ "محنت کی بر آمد" ہے جس نے ہمارے لاکھوں بھائیوں کو دیس نکالا دے رکھا ہے۔ ایک اور سبب سرکاری شعبہ میں صنعتوں کا قیام

اور "ترقیاتی" منصوبوں میں کارکنوں کی کھپت ہے۔ خود یہ رونق ان بیرونی قرضوں کی رہین منت ہے جن کے عوض ہم نے ملک وقوم کو گروی رکھ چھوڑا ہے' جنہیں ہم پیار سے "بیرونی امداد" کہتے اور فخروانبساط سے غیر ملکوں کی طرف سے اپنی صلاحیت اور کارگذاری کا اعتراف قرار دیتے ہیں۔ دوسرا پہلو اس اعتبار سے دردناک بھی ہے کہ استحصال کی حد تک بڑھا ہوا منافع جو ہمارا مرفعہ الحال کاروباری اور صنعت کار اپنے مال اور مصنوعات پر وصول کرتا ہے اس کا بدترین شکار سفید پوش متوسط طبقہ اور نان جویں سے محروم لوگوں کا گروہ ہے۔ ع

سود ایک کا' لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

ہو یہ رہا ہے کہ تاجر و کارخانہ دار اپنا پیسہ (جس کا بڑا حصہ بالعموم "کالے دھن" پر مشتمل ہوتا ہے) اونچی سے اونچی سود کی شرح پر بینکوں اور حکومت کے حوالے کر کے اپنے کاروبار اور کارخانے چلانے کے لئے بینکوں اور مالیاتی اداروں سے سود پر راس المال اور روزمرہ ضروریات کے لئے سرمایہ حاصل کرتا اور اس رقم کے سود کو بھی خرچ اور لاگت میں محسوب کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ منافع کی فیصد تو اخراجات 'لاگت اور متورّم بالائی مصارف کے مجموعے پر ہی لگے گی۔ یوں اس نے اپنے لئے منافع الگ لیا' سرمائے کو الگ بلایا اور اپنی ذاتی رقم پر سود کی آمدنی اس پر مستزاد!۔ ارتکاز زر کی یہ بدترین شکل معاشرے کے افق پہ زرگری اور زرپرستی کی جو قوسِ قزح بکھیرے ہوئے ہے اس کے مشاہدے کے لئے گھر سے نکلنا بھی ضروری نہیں۔

اہلِ وطن کو ایک طرف بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے نجی ادارے ناقابل یقین حد تک اونچی شرح کے ماہانہ "منافع" کی ضمانت دے کر مفت کی کمائی کے چکر میں ڈال رہے ہیں تو دوسری طرف ہماری حکومت بھی اس دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں۔ قومی بچت کی درجنوں سودی سکیموں کے علاوہ صوبائی حکومتیں بھی عوام سے طویل المیعاد سودی قرضے طلب کرتی رہتی ہیں۔ ایک المیہ یہ ہے کہ دفاع وطن کے مقدس نام پر جو بچت طلب کی جاتی ہے اس پر "منافع" کی شرح سب سے زیادہ..... لگ بھگ تینتیس (۳۳) فیصد..... رکھی گئی ہے۔ ملک خداداد کا دفاع نہ ہوا' سب سے زیادہ نفع دینے والا سودا ہوا۔ اس کام میں کمائی کی سبیل ہے کونسی؟۔ انکم ٹیکس میں چھوٹ کی اضافی سہولت اس کے علاوہ ہے۔ ویسے بھی آمدنی کا

ایک متعین حصہ اگر اس طرح کی سکیموں میں لگایا جائے تو ہر کس وناکس کو ٹیکس میں رعایت ملتی ہے..... ٹیکس گذار کی فطری طور پر خواہش ہوتی ہے کہ اس رعایت سے فائدہ اٹھائے لیکن..... ایک نسبتاً پاک و صاف سرمایہ کاری کے سوا..... دستیاب تمام سہولتوں میں اس کا سود کی معصیت میں ملوث ہوئے بغیر چارہ نہیں یہ استثناء این۔ آئی۔ ٹی کے یونٹوں کو ہے جن کی رقم مختلف کمپنیوں کے حصص خریدنے میں لگائی جاتی اور حاصل شدہ منافع کو اخراجات منہا کر کے یونٹ ہولڈروں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ اس شفاف و طیب پانی کو بھی گھڑے میں ایک قطرہ پیشاب ڈال کر مشکوک بنا دیا گیا۔ نیشنل انویسٹ منٹ ٹرسٹ پر قانونی طور پر یہ پابندی لگائی گئی ہے کہ یونٹ ہولڈروں کو دیا جانے والا ڈیویڈنڈ ساڑھے سات فی صد سے کم نہ ہو گا۔ حالانکہ اب تک کا تجربہ ثابت کرتا ہے کہ اس شرط کی ہرگز کوئی حاجت نہ تھی۔ ٹرسٹ سرمایہ کاری کے لئے اچھی شہرت رکھنے والی کمپنیوں اور صنعتوں کو منتخب کرتا اور ان سے ہمیشہ معقول ڈیویڈنڈ حاصل کرتا ہے۔ یونٹ ہولڈروں کو بتایا گیا ہوتا کہ وہ نہ صرف نفع..... جتنا بھی ہو..... میں شریک ہیں بلکہ نقصان کی صورت بھی موجود ہے تو نتیجے میں کوئی فرق واقع نہ ہوتا البتہ حلال و حرام کی تمیز رکھنے والوں کو انشراح صدر کی نعمت ضرور میسر ہو جاتی۔

سود کو ' منافع " کا بے ضرر نام دے کر ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ پاکستان کی معیشت کو غیر سودی بنیادوں پر استوار کیا جا رہا ہے ۔

جُنوں کا نام خرد رکھ دیا' خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

لیکن للہ ذرا سوچئے اس کرشمہ سازی سے ہم کسے دھوکہ دے رہے ہیں! يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○

مرے پر سو دُرّے۔ سود کی لعنت ہم پر مسلط تھی ہی۔ واپڈا نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ اپنی شاہ خرچیاں نبھانے کے لئے دو ارب روپے کے..... زیادہ آ جائیں تو اہلاً و سہلاً..... پانچ سالہ بانڈ جاری کئے گئے ہیں جن پر ساڑھے تیرہ فیصد سے زیادہ منافع دیا جائے گا' انکم ٹیکس بالکل معاف' کسی شناخت کی ضرورت نہیں۔ بانڈ " بے نامی " ہیں۔ کالے دھن کی نیکی

جتنی چاہیں اس دریا میں ڈال دیں۔ کوئی بڑا ہاتھ مارا یا ڈاکہ بھی ڈال لیا ہے تو رقم چھپانے کے لئے کونے کھدروں کی تلاش نہ کیجئے۔ فوراً نزدیک ترین بنک سے خود جاکر ورنہ کسی کو بھیج کر واپڈا کے بانڈ خرید لیجئے۔ تعداد و مقدار کی بھی قید نہیں..... یہ ترغیبات کافی نہیں تو لیجئے زکوٰۃ کی کٹوتی بھی معاف جو آپ کی طبع نازک پر بہت گراں گذرتی ہے۔ اور جس سے بچنے کے لئے آپ جھوٹے "حلف نامے" داخل کرتے ہیں ؎

تو مشق ناز کر، خون دو عالم میری گردن پر

تفنن بر طرف! حکومت زکوٰۃ کی وصولی کس طریقے اور کون سے حساب سے کرتی ہے؟ اور اس کی خرچ کی مدات کیا ہیں؟..... یہ سوالات بھی اگرچہ اہم ہیں تاہم فی الحال ان سے صرف نظر کر لیا جائے تب بھی یہ حق اسے کس نے دیا ہے کہ جسے چاہے اپنی طرف سے اس کی فرضیت میں استثناء فراہم کرے۔ یہ استحقاق تو خلیفہ رسولؐ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نہ تھا۔ کیا اس بات کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ ہم یاد دلائیں۔ مانعین زکوٰۃ نے کہا صرف یہ تھا کہ ہم اپنی زکوٰۃ حکومت کو نہیں دیں گے، اپنے مستحقین میں تقسیم کر دیں گے اور ان سے جنگ کو مصلحت وقت کے خلاف سمجھنے والے ساتھیوں سے سیدنا ابو بکرؓ نے جو بات کہی وہ تاریخ کے صدف میں گوہر آبدار کی طرح محفوظ ہے۔ مفہوم یہ تھا کہ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ وہ اونٹ تو دے دیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے اور ان کی ٹانگیں باندھنے والی وہ رسیاں نہ دیں جو حضورؐ کو دیا کرتے تھے، تب بھی میں ان سے قتال کروں گا۔

دوسری طرف شریعت اسلامیہ کے اصولوں کو یوں مذاق کا موضوع بنایا جاتا ہے کہ ایک شخص جو اپنے تئیں مستحق زکوٰۃ ہی کیوں نہ ہو، اگر بنک میں کرنٹ حساب کھولنے کی بجائے رمضان المبارک سے دس دن پہلے ایک ہزار روپے کہیں سے پکڑ کر نام نہاد پی۔ ایل۔ ایس میں جمع کرا دے تو پندرہ دن بعد زکوٰۃ کے نام پر اس سے پچیس (۲۵) روپے کی کٹوتی کر لی جائے گی۔

ہم نے بات جہاں سے شروع کی، وہیں ختم کرتے ہیں۔ ارباب حل و عقد سے دردمندانہ گذارش کرتے ہیں کہ اللہ کے اوامر و نواہی کی یوں ہنسی نہ اڑائیں۔ ان بدبختوں میں شامل

ہونے سے بچیں جن سے ایک دن..... اور وہ دن آ کر رہے گا..... ہمارا رحیم و کریم اللہ یوں مخاطب ہو گا

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسٰكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نٰصِرِيْنَ ○ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○

بالکل مفت

میثاق لاہور کی پیشکش سے آج ہی فائدہ اٹھائیے

جنوری ۸۸ کے دوران سالانہ خریداری بننے یا خریداری کی تجدید کرنے والے حضرات کی خدمت میں ادارہ کی جانب سے

دو تحفے

- پورے سال کے پرچے محفوظ رکھنے کے لیے خوبصورت اور پائیدار کور
- دوست احباب کے ٹیلی فون نمبر محفوظ رکھنے کے لیے چھوٹے سائز کا ایک خوبصورت ٹیلی فون انڈکس۔

سالانہ زر تعاون بذریعہ منی آرڈر -/ ۵۰ روپے

" " " وی پی پی -/ ۵۵ روپے

اظہارِ تشکّر

ہم ان تمام حضرات کے انتہائی ممنون ہیں جو ۱۹۸۷ء کے دوران ماہنامہ 'میثاق' سے اشتہارات کی صورت میں تعاون فرماتے رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے تمام حضرات کو دنیا و آخرت کی سعادتوں سے حصّہ عطا فرماتے (آمین) ہمیں توقع ہے کہ ایسے حضرات ۱۹۸۸ء کے دوران بھی اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔ اور اس کارِ خیر میں اپنی شرکت کو برقرار رکھیں گے۔

مینجر اشتہارات
ماہنامہ 'میثاق'، لاہور

پاکستان ٹیلی ویژن پر نشر شدہ ڈاکٹر اسرار احمد کے دروسِ قرآن کا سلسلہ

الہُدیٰ

درس ۱۱ ، نشست ۵۱

مباحثِ عمل صالح

اسلام کا معاشرتی اور سماجی نظام

(سُورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۲۳ تا ۴۰ کی روشنی میں)

(۲)

معزز حاضرین و محترم سامعین۔ گزشتہ نشست میں ہم نے سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع کی آیات کا ترجمہ تسلسل کے ساتھ پڑھ لیا تھا۔ جس سے ہمارے سامنے ان آیاتِ مبارکہ میں جو مضامین آئے ہیں' ان کا ایک اجمالی نقشہ آگیا۔ آج سے ہم ان میں جو اہم نکات ہیں ان میں سے ایک ایک کو لے کر ان کے بارے میں کسی قدر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ چنانچہ آج تین نکات پر گفتگو ہوگی۔

سب سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ ان آیات کے آغاز میں بھی شرک کی مذمت اور ممانعت ہے اور ان کا اختتام بھی اسی مضمون پر ہو رہا ہے۔ گویا وہ تمام اوصاف یا وہ تمام اقدار جو ان آیات میں بیان ہو رہی ہیں ان کے لئے توحید باری تعالیٰ ایک حصار کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح ہم نے سورۂ مومنون اور سورۂ معارج میں دیکھا تھا کہ انفرادی سیرت کی تعمیر کے ضمن میں آغاز بھی نماز سے ہوا تھا (قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○) اور پھر اختتام بھی نماز کے ذکر پر ہوا تھا (وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○) بعینہٖ یہ بات ہمیں نظر آرہی ہے۔ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ چونکہ اسلام دینِ توحید ہے اور توحید کی ضد ہے شرک۔ لہٰذا اسلام جو بھی معاشرہ بنانا چاہتا ہے' اس میں توحید کو مرکز کی حیثیت

حاصل ہے۔ اور شرک کا مکمل استیصال یعنی جہاں بھی شرک کا شائبہ بھی نظر آئے اسے محو کرنا گویا اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ اس لئے کوئی بھی معاشرہ اپنے بنیادی نظریہ ' اپنے اساسی فکر کے خلاف کسی چیز کو در آنے کا موقع دے گا تو ظاہر بات ہے کہ اس سے اس معاشرے کے جڑیں کھد جائیں گی۔

اب یہاں دیکھئے کہ ابتدا میں فرمایا وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ...... بڑا فیصلہ کن انداز ہے "تیرے رب نے طے فرمادیا ہے کہ مت بندگی کرو کسی کی سوائے اس کے"...... اختتام پر بھی توحید ہی کا مضمون ہے البتہ انداز مختلف ہے۔ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ "اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا بیٹھنا"...... بات ایک ہے لیکن اسلوب جدا یہ دونوں باتیں تو فی الحقیقت شرک فی العبادت کی نفی کر رہی ہیں۔ مگر دنیا میں شرک کی ایک اور قسم بھی موجود رہی ہے' جسے شرک فی الذات کہتے ہیں۔ یعنی کسی کو خدا کا بیٹا یا بیٹی قرار دے دینا۔ جیسے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔

اسی طرح اہل عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے جتنے بت تھے' ان کے نام مؤنث ہیں جیسے لات ' یہ الٰہ کا مؤنث ہے' عزیٰ یہ العزیز کا مؤنث ہے منات' یہ المنان کا مؤنث ہے اپنے خیال کے مطابق انہوں نے فرشتوں کو اپنا معبود قرار دیا اور ان کے بارے میں یہ سمجھا کہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ چنانچہ اس کے ضمن میں بڑے ہی لطیف پیرائے میں تنقید کی جا رہی ہے کہ ہوش مندو تم نے اللہ کو الاٹ بھی کیں تو بیٹیاں!! اَفَاَصۡفٰکُمۡ رَبُّکُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ "کیا تمہارے ربنے تم کو تو چن لیا ہے بیٹوں کے لئے؟" وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا "اور اپنے لئے فرشتوں کی صورت میں بیٹیاں اختیار کر لیں!" اِنَّکُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِیۡمًا "جان لو کہ یہ بات جو تم اپنی زبان سے نکال رہے ہو' یہ اللہ کی جناب میں بہت بڑی جسارت ہے' بہت بڑی گستاخی ہے"۔

دوسرا نکتہ ھے وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا یہ مضمون جیسا کہ میں نے گزشتہ مرتبہ عرض کیا تھا کہ اس سے پہلے سورہ لقمان کے دوسرے رکوع میں بھی آچکا ہے وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ اور یہ بات نوٹ کر لیجئے کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات اور بھی ہیں کہ

جہاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کے فوراً بعد والدین کے حقوق کا ذکر ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس مضمون کی خصوصی اہمیت کیا ہے؟ اگر آپ ذرا غور کریں گے تو یہ بات صاف نظر آئے گی کہ جسے معاشرہ یا سماج کہتے ہیں وہ خاندان کا اجتماع ہے بہت سے خاندان مل کر معاشرے کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ گویا معاشرے کی اکائی خاندان ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر خاندان مستحکم ہو گا' اس کا نظام مضبوط ہو گا تو پورا معاشرہ بھی مستحکم ہو گا اور خاندان کمزور پڑ جائے تو پورے معاشرے میں بھی اضمحلال اور فساد رونما ہو گا۔ کہ اگر اینٹیں کچی ہوں گی تو فصیل بھی کچی ہو گی۔ اینٹیں پکی ہیں' ہر اینٹ اپنی جگہ ہے تب ہی کوئی فصیل پختہ کہلائے گی۔

ایک مشہور مفکر نے ایک بڑی عجیب بات کہی ہے اس نے کہا ہے کہ

میں نے جتنی بھی تہذیبوں اور تمدنوں کا مطالعہ کیا ہے' میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کوئی تہذیب اور کوئی تمدن زوال سے دوچار نہیں ہوتا جب تک اس میں خاندان کا ادارہ کمزور نہ پڑ جائے۔

یہ گویا تہذیب و تمدن کے اضمحلال اور زوال کا نقطۂ آغاز ہے۔ اب اگر ہم غور کریں تو خاندان کے ادارے کے ابعادِ ثلاثہ (THREE DIMENSION) یعنی تین اہم گوشے ہیں ایک گوشہ ہے شوہر اور بیوی کے باہمی ربط و تعلق کا دوسرا گوشہ ہے والدین اور اولاد کے باہمی ربط و تعلق کا اور تیسرا گوشہ ہے بہنوں اور بھائیوں کے درمیان رشتۂ اخوت سے متعلق ہے۔ خاندان کے ادارے کے یہ تین ابعاد و اطراف یا اہم گوشے ہیں جن کے مابین اگر صحیح توازن قائم رہے گا تبھی خاندان کا نظام مستحکم ہو سکتا ہے۔ جہاں تک شوہر اور بیوی کے باہمی تعلق کا معاملہ ہے' اس موضوع پر ہم سورۂ تحریم میں قرآن مجید کی بنیادی رہنمائی قدرے تفصیل کے ساتھ دیکھ چکے ہیں۔

اب یہاں یہ سمجھئے کہ اگر کسی معاشرے میں والدین سے بے رخی عام ہو جائے تو یہ خاندانی نظام کو مضمحل کرنے کا ایک بہت بڑا سبب ہو گا۔ اگر والدین کو یہ اعتماد نہ ہو کہ بڑھاپے میں ہماری اولاد ہمارا سہارا بنے گی تو ان میں بھی خود غرضی پیدا ہو سکتی ہے۔ پھر وہ بھی اپنے آپ کو کلیۃً اولاد میں ' INVEST ' کرنے کے آمادہ نہیں ہوں گے۔ وہ اپنے مستقبل کے لئے کچھ بچا بچا کر رکھیں گے۔ لیکن اگر کسی معاشرے میں یہ قدر (VALUE) موجود ہے کہ بوڑھے والدین کا ان کی اولاد سہارا بنتی ہے' ان کی ذمہ داریوں کو پوری طرح

نباہتی اور ادا کرتی ہے تو والدین بھی اپنی جوانی کے دور کی ساری توانائیاں اپنی اولاد پر کھپاتے اور 'INVEST' کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں آج بھی الحمد للہ یہ رنگ بڑی حد تک موجود ہے۔ لیکن اس کے بالکل برعکس صورت حال دیکھنا چاہیں تو آپ یورپ اور امریکہ جا کر وہاں کے معاشروں کا مشاہدہ کیجئے۔ وہاں موجودہ دور میں بوڑھاپا سب سے بڑی لعنت سمجھی جاتی ہے۔ ٹھیک ہے کہ وہاں حکومت کی سطح پر بوڑھوں کے لئے ادارے قائم ہیں' ان کی دیکھ بھال ہو رہی ہے' لیکن وہ پیاس جو محبت کی پیاس ہوتی ہے' اس پیاس کی تسکین کا ان اداروں میں کوئی سامان نہیں ہے۔ وہ تڑپتے رہتے ہیں اپنی اولاد کو دیکھنے تک کے لئے۔ ان ممالک میں کرسمس کی اب اہمیت یہ رہ گئی ہے کہ بوڑھے والدین ان اداروں میں اپنے دل میں یہ تمنا اور توقع کئے منتظر رہتے ہیں کہ شاید اس کرسمس کے موقع پر ہمارے بچے ہم سے ملنے آئیں اور ہم اپنی اولاد کی اس موقع پر شکل دیکھ سکیں۔

اس کے برعکس نظام ہے جو اسلام نے دنیا کو دیا ہے اس میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ قرآن مجید میں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اکثر مقامات پر اللہ کے حقوق کے متصلاً بعد والدین کے حقوق کا ذکر ہوتا ہے۔ سورۂ لقمان میں جب بات آئی تھی تو وہاں والدین میں سے والدہ کا جو فائق حق ہے اسے واضح کیا گیا تھا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ تکرار محض کہیں نہیں ہوتی۔ وہاں والدین میں سے والدہ کا ذکر بطور خاص تھا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ اور یہاں اگر نوٹ کریں گے تو یہاں ضعیفی کی وہ عمر خاص طور پر پیش نظر ہے کہ جس کو قرآن مجید میں ارذل العمر قرار دیا گیا ہے۔ وہ حصہ جو عمر کا بڑا ہی کمزوری اور بے چارگی والا حصہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عمر کے اس حصے سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے۔ غور کیجئے کہ عمر کے اس حصے میں کیا ہوتا ہے ایک تو بوڑھے والدین کے احساسات زیادہ نازک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے اکثر و بیشتر ان کے فہم میں بھی کمی آجاتی ہے۔ جیسے سورہ یٰسین میں فرمایا وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ان کی ذہنی توانائیاں پہلی سی نہیں رہتیں۔

فہم و فکر میں بھی اضمحلال واقع ہوتا ہے اور بہت سے لوگوں کا مشاہدہ ہو گا کہ بڑھاپے میں انسان کی بچپن کی سی خواہشات عود کر آتی ہیں وہ اسی طرح کی کچھ فرمائشیں کرنے لگتے ہیں۔ ان حالات

میں واقعہ یہ ہے کہ اولاد کے لئے بڑی سخت آزمائش ہوتی ہے۔ پھر وہ ان کی سب فرمائشیں پوری بھی نہیں کر سکتے۔ کہیں نہ کہیں روک لگانی پڑے گی' رد کرنا پڑے گا اس کے پیش نظر یہاں حکم یہ دیا جارہا ہے کہ جب بھی بات کرو تو نرمی اور ادب کو بہرحال ملحوظ رکھو۔ سینہ تان کر بات نہ کرو۔ جھڑکو مت۔ ملامت نہ کرو۔ اور اگر ان کی کسی بات کو پورا نہیں کر سکتے ہو تو نرمی کے ساتھ معذرت کرو۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ ان کے سامنے اپنے شانے جھکا کر رکھو۔ انہیں یہ احساس نہ ہو کہ آج یہ مجھ سے سینہ تان کہ بات کر رہا ہے در آں حالانکہ یہ کبھی اس حال میں تھا کہ اس کا وجود بھی ہمارا مرہون منت تھا۔ اس کی پرورش ہمارے ذمہ تھی اور اپنا پیٹ کاٹ کر اس کی ضروریات کو مقدّم رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی فرمادیا کہ اللہ سے بھی دعا کرتے رہا کرو کہ ؟پروردگار' مجھ سے اگر کوئی کوتاہی ہو ہی جائے تو تو بخشنے والا ہے اور والدین کے تمام حقوق میں خود ادا کر بھی نہیں سکتا' ان کے احسانات کا جو بار گراں میرے کاندھوں پر ہے ان کا حساب میں نہیں چکا سکتا لہٰذا تجھ ہی سے استدعا کر رہا ہوں۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا
"تو ان پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے پالا اور پوسا جبکہ میں چھوٹا تھا"۔

ساتھ ہی تسلی بھی دے دی کہ اگر استثنائی حالات میں کبھی تمہیں ان کی بات کو رد کرنا پڑ جائے تو ایک سعادت مند بیٹے پر اس کا جو احساس طاری ہو گا اور جو کوفت اسے ہو گی اس کے ازالے کیلئے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تمہارا رب صرف ظاہر کو نہیں جانتا بلکہ وہ جانتا ہے جو تمہارے میں جی ہے رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ تم نے اگر کسی وقت اپنے والدین کی فرمائش کو رد کیا ہے تو تمہاری کیا مجبوری ہے! تمہارے کیا حالات ہیں' تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ اگر تم اپنی قلبی کیفیت کے اعتبار سے درست ہو اور نیک نیت ہو تو اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی مغفرت فرمانے والا ہے۔ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ○

اب تیسرے نکتے کی طرف آیئے۔ ویسے یہ مضمون بھی اس سے پہلے آچکا ہے' لیکن یہاں ایک نئی شان سے آرہا ہے فرمایا۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ دیکھئے یہ بڑی فطری ترتیب ہے۔ خاندان کے ادارے کو مستحکم کرنے کے بعد اب انسان کے حسن سلوک کا دائرہ بڑھنا چاہئے اور ظاہر بات ہے کہ "الاقرب فالاقرب" کے اصول کے مطابق جو سب سے قریب ہے وہ سب سے پہلے حسن سلوک کا مستحق ہے۔ یعنی جو فطری طور پر

مقدم ہے اسی کو مقدم رکھنا ہو گا۔ پس جو قرابت دار ہیں' رشتہ دار ہیں' ان کا حق حسن سلوک میں فائق رہے گا اور مقدم رہے گا۔ پھر اس دائرے میں شامل کرو معاشرے کے محروم افراد کو۔ مساکین ہیں' مجبور ہیں' یتیم ہیں' مسافر ہیں۔ پس تمہارے حسن سلوک کا دائرہ بڑھتا چلا جانا چاہئے۔

اب دیکھئے یہاں آگے ایک عجیب بات آئی ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص یہ خیر' یہ نیکی' یہ بھلائی نہیں کر سکتا اگر وہ اپنی دولت کو نام و نمود' نمائش اور اللوں تللوں میں اڑا رہا ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ ہی تبذیر کی ممانعت کی گئی جو ادائے حقوق کی ضد ہے۔ گویا ایک ہی آیت مبارکہ میں معاشرتی و سماجی اعتبار کے اخراجات کی دو انتہاؤں کو جمع کر دیا گیا اور یہ رہنمائی دے دی گئی کہ انسان کو چاہئے کہ ابنائے نوع پر اپنی دولت مندی کا رعب گانٹھنے کے لئے نام و نمود اور نمائش کے فضول کاموں پر خرچ کرنے کے بجائے اسے ان کی ضروریات اور احتیاجات کو رفع کرنے کا ذریعہ بنائے۔ چنانچہ آیت کے اختتام پر فرمایا وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا "اپنی دولت کو اللوں تللوں میں مت اڑاؤ"۔

یہاں نوٹ کیجئے گا کہ اس سلسلے میں سورۃ الفرقان میں ایک لفظ آیا تھا؟ اسراف' ...... یہاں اسراف کے بجائے ؟تبذیر' کا لفظ آیا ہے۔ اب سمجھنا ہے کہ اسراف بھی قابل مذمت شے ہے اور تبذیر بھی قابل تحذیر شے ہے' لیکن ان کے مابین فرق کیا ہے!۔ اسراف ہے انسان کا اپنی کسی جائز ضرورت کو پورا کرنے میں ضرورت سے زائد خرچ کرنا۔ خوراک ہماری ضرورت ہے لیکن ضرورت سے آگے بڑھ کر انواع و اقسام کے کھانوں کو دسترخوان کی زینت کا معمول بنا لینا اسراف کے ذیل میں آئے گا۔ کپڑے پہننا اور تن ڈھانپنا ہماری ضرورت ہے' لیکن بیس بیس اور تیس تیس جوڑوں سے الماریاں بھری ہوئی ہیں' یہ اسراف ہے۔ تو جائز ضروتوں پر ضرورت سے زاید خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ اس اسراف کی ضد ہے بخل۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کشادگی دے رکھی ہے' آسودگی اور خوش حالی ہے لیکن انسان دولت کو سینت سینت کر رکھ رہا ہے۔ دوسروں پر تو کیا خرچ کرے گا خود اپنی جائز ضرورتوں میں بھی بخل سے کام لیتا ہے یہ انسان کی ذاتی اور نجی اخراجات کی دو انتہائیں ہیں چنانچہ انسان کے ذاتی سیرت و کردار کے اوصاف کے ضمن میں سورۃ الفرقان میں اس بات کو مثبت طریقے پر بیان کر دیا گیا

وَ الَّذِیۡنَ اِذَآ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَ لَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَ کَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ○ ...... "عبادُ الرحمٰن جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں کہ ضرورت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں کہ حقیقی ضرورت کے معاملے میں بھی خرچ کرتے ہوئے وہ دل میں گھٹن محسوس کریں' بلکہ ان کا معاملہ اور رویہ اعتدال کا رہتا ہے۔" اب ذرا غور کیجئے کہ تبذیر کیا ہے؟ تبذیر اس خرچ کو کہا جاتا ہے جس کی سرے سے کوئی حقیقی ضرورت ہے ہی نہیں۔ صرف نمائش کے لئے' نمود کے لئے' لوگوں پر اپنی دولت کا رعب گانٹھنے کے لئے اپنی دولت مندی کی دھونس جمانے کے لئے دولت خرچ کی جا رہی ہے۔ جیسے ہمارے اہل ثروت کے یہاں شادی کی تقاریب کے موقع پر ہوتا ہے......

اس تبذیر کی یہاں جو مذمت ہوئی ہے وہ بڑی ہی شدید مذمت ہے فرمایا گیا کہ یہ مبذرین' یہ فضول خرچی کرنے والے دراصل شیطانوں کے بھائی ہیں۔ غور کیجئے ایسا کیوں کہا گیا! شیطان انسانوں پر جو سب سے بڑا حربہ آزماتا ہے' خصوصاً معاشرتی' سماجی اور تمدنی سطح پر' وہ انسانوں کے دلوں سے باہم محبت و اخوت کے رشتوں اور جذبات کو ختم کر کے ان میں نفرت و عداوت کے بیج بو دینا ہے...... چنانچہ شراب اور جوئے کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیت ۹۱ میں فرمایا گیا "شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے دل میں عداوت اور بغض اور دشمنی کے بیج بو دے" ...... اب آپ غور کریں گے کہ تبذیر سے بھی یہی نتیجہ بر آمد ہوتا ہے۔ ایک شخص جو بہت بڑا سرمایہ دار ہے' ...... اس کی بیٹی کی شادی ہو رہی ہے۔ اس کا عالی شان بنگلہ ہے جو جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ اس کے چپے چپے اور درختوں کے ایک ایک پتے کے ساتھ روشنی کے قمقمے لگا دیئے گئے ہیں۔ پوری کوٹھی بقعۂ نور بنی ہوئی ہے اسی کوٹھی میں اس کا کوئی شوفر بھی ہے' کوئی خانساماں بھی ہے' اس کے بنگلے میں مختلف کاموں کے لئے بہت سے ملازمین بھی ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ان ملازمین میں سے کسی کی بچی جوان اس لئے بیٹھی ہوئی ہو اور اس کے ہاتھ پیلے نہ ہو سکتے ہوں کہ بچی کی شادی کے ضمن میں جو کم سے کم ضروری اخراجات ہوں ان کے لئے بھی اس کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ دولت کا اس طرح جو اظہار ہوتا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ اسے دیکھ کر کیا محبت پیدا ہو گی! کیا یگانگت کا احساس پیدا ہو گا! سوائے اس کے اور کیا ہو گا کہ نفرت و عداوت کے بیج دلوں میں بوئے جائیں گے۔ جسے ہم

'HAVES' اور ' HAVE NOTS' کا شعور اور طبقاتی فرق وتفاوت کے احساسات وجذبات کا ادراک کہتے ہیں، اسے اجاگر کرنے اور دلوں میں پختہ کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر بات یہی ہے کہ دولت مند اپنی دولت کا اس طریقے سے اظہار و نمائش کریں اس طرح دلوں کے اندر نفرت وعداوت کا لاوا پکتا رہتا ہے۔ لہٰذا فرمایا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط وَ کَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ○ "یقیناً مبذرین (نام ونمود اور نمائش کے لئے اپنی دولت اڑانے والے) شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان تو ہے ہی اپنے رب کا بے حد ناشکرا۔

اگلی آیت میں ایک اور بات کی تلقین فرمائی کہ اگر تمہیں کبھی اپنے قرابت داروں سے یا دوسرے احتیاج مندوں سے یا سائلین سے کسی وقت معذرت کرنی ہی پڑے۔ اس لئے کہ تم خود بھی (فراغت اور کشادگی کے لئے) اللہ کی رحمت کے امیدوار ہو تو بات نرمی کے ساتھ کرو جھڑکو نہیں، جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں خود حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ...... یہاں ایک معاشرتی اخلاقی قدر (VALUES) کے طور پر ہدایت دی جارہی ہے وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّکَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا○

پھر یہ بھی فرمایا کہ اس خیر بھلائی کے کام میں بھی اعتدال وتوازن کی ضرورت ہے۔ "نہ تو ایسا ہو کہ ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہو" وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ یہ بخل کے لئے ایک تعبیر ہے۔ "اور نہ ایسا ہو کہ ہاتھ بالکل کھلا چھوڑ دیا جائے" وَلَا تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ اس میں بھی اعتدال کی ضرورت ہے۔ آدمی جذبات میں آکر کسی وقت اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیتا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ بعد میں پچھتائے۔ "فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا"۔ اس کی اپنی اولاد فقیروں اور بھکاریوں کی صورت اختیار کر لے۔ اس میں بھی توازن اور اعتدال درکار ہے۔ ......اس مضمون کا اختتام ہوتا ہے اس آیت مبارکہ پر اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ط - اِنَّهٗ کَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا "بے شک تیرا رب ہی کھول دیتا ہے روزی جس کے لئے چاہے اور تنگ بھی وہی کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا ان کو دیکھنے والا ہے۔" اس آیت کے ذریعے سے دراصل یہ

اصول بیان کر دیا گیا کہ کسی کی کشادگی و تونگری اور کسی کی تنگی اور مفلسی کے ذمہ دار تم نہیں ہو اور نہ یہ واقعتاً تمہارے بس کی بات ہے۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل اور حکمت بالغہ کی بناپر کرتا ہے اور فراخی و تنگی میں بھی بندے کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔

یہ ہیں وہ تین اہم نکات جن پر ہم آج کچھ گفتگو کر سکے ہیں۔ بقیہ امور پر گفتگو انشاءاللہ آئندہ ہوگی۔ آج جو کچھ عرض کیا گیا ہے' اس کے بارے میں اگر کوئی وضاحت مطلوب ہو تو میں حاضر ہوں۔

سوال وجواب

سوال...... ڈاکٹر صاحب! ایسے بوڑھے والدین جن کی دیکھ بھال ان کی اولاد نہیں کرتی تو ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کن پر عاید ہوتی ہے۔ ؟

جواب...... اس قسم کی استثنائی صورتِ حال میں یقیناً معاشرہ بحیثیت مجموعی ذمہ دار ہے۔ اسلامی ریاست میں بیت المال کا نظام بھی ایسے حضرات کی کفالت کا ذمہ دار ہو گا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے تمام اخلاقی ذرائع استعمال کئے جائیں گے تاکہ اولاد کا طرز عمل درست ہو جائے۔ چنانچہ کتب احادیث میں ایک بڑا پیارا واقعہ ملتا ہے کہ ایک بوڑھے صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے جوان بیٹے کی شکایت کی کہ اگرچہ اسے وسعت حاصل ہے لیکن وہ ہماری دیکھ بھال نہیں کرتا۔ تو حضورؐ نے اس نوجوان کو طلب فرمایا اور اسے گریبان سے پکڑ کر وہ گریبان اس کے والد کے ہاتھ میں تھما دیا اور فرمایا' انت و مالک لابیک: "تم خود بھی اور جو کچھ بھی مال و اسباب تمہارے پاس ہے وہ بھی سب کا سب تمہارے والد کی ملکیت ہے"...... البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ اخلاقی نصیحت و تلقین ہے۔ قانون یہ نہیں ہے۔ لیکن اولاد کے رویّے کی اصلاح کے لئے جو بھی ممکن ذرائع ہوں گے ان کو استعمال کیا جائے گا۔

سوال...... ڈاکٹر صاحب! کیا نام و نمود اور نمائش کے لئے دولت مندی کے اظہار کی شکلوں پر قانونی قدغن لگائی جا سکتی ہیں؟

جواب...... جی ہاں۔ حکومت وقت یقیناً ایسے اقدامات کر سکتی ہے کہ کچھ حدود معین ہو

جائیں۔ مثلاً شادی بیاہ کی تقریبات میں اس حد سے آگے نہیں بڑھا جائے گا۔ اس طریقے سے ایسے رسم ورواج اور ایسے طور طریقے جن کی معاشرتی سطح پر سرے سے کوئی افادیت ہے ہی نہیں اور ان پر دولت صرف ہو رہی ہو ان سب کو بھی حکومت قانوناً روک سکتی ہے۔

حضرات! آج ہم نے سورہ بنی اسرائیل کے تیسرے رکوع کی ابتدائی آٹھ آیات اور چوتھے رکوع کی آخری آیت میں جو تین اہم نکات آئے ہیں، ان پر کسی قدر غور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم اپنے معاشرے میں ان اعلیٰ اقدار کو بالفعل رائج کر سکیں اور ان کے برعکس جو منکرات ہیں ان کا استیصال کر سکیں۔

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا
"اور پورا کرنے والے اپنے عہد کے جب باہم عہد کر لیں" (البقرہ: ۱۷۷)

MOVING & STORAGE

VANPAC (PAK) INC.
VANPAC
P.O. BOX 6028
8-A, Commercial Building
Abid Majeed Road, Lahore Cantt. P A K I S T A N
CABLES: "V A N C A R E"
PHONES OFF. : 372532 - 373446
RES. : 372618

حُبِّ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

ترتیب و تسوید: شیخ جمیل الرحمٰن

اسلامی جمعیت طلبہ علامہ اقبال میڈیکل کالج لاہور کی جانب سے محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کو جو ۵۳-۱۹۵۲ء میں کُل پاکستان جمعیت کے ناظمِ اعلیٰ رہے تھے، سیرت النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر خطاب کی دعوت ملی جو موصوف نے قبول کر لی۔ چنانچہ ۴ نومبر ۸۷ء کو جامع قرآن، قرآن اکیڈمی میں اپنے ہفتہ وار درسِ قرآن اور نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی کیمپس میں کالج کے ہوسٹل کی مسجد میں تشریف لے گئے جہاں تین سو کے لگ بھگ طلبہ ڈاکٹر صاحب کے لیے سراپا انتظار تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت بھی ناساز تھی اور ابھی وہ ڈیڑھ گھنٹے کے درسِ قرآن سے فارغ ہوئے تھے لہٰذا ان پر تکان کے آثار نمایاں تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موصوف نے قریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مذکورہ بالا موضوع پر نہایت پُرتاثیر، مُدلّل اور فکر انگیز خطاب ارشاد فرمایا۔ طلبہ کا پورا مجمع ہمہ تن گوش بر آواز اور پوری توجہ، انہماک و اشتیاق کے ساتھ خطاب سنتا رہا۔ خطاب کے بعد قریباً نصف گھنٹہ تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ خطاب قارئینِ میثاق کے افادہ کے لیے پیش ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصًا علٰی افضلھم وخاتم النبیّین محمدن الامین وعلٰی الہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ امّا بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔

وَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۚ

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْمُ ۚ۔

ان آیات کی تلاوت کے بعد ڈاکٹر صاحب نے درود ابراہیمی پڑھا اور ارشاد فرمایا
عزیز طلبا۔ مجھے ابھی یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت کی میری گفتگو کا موضوع "حبِّ رسولؐ اور اس کے تقاضے" رکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے یہ بات میرے علم میں نہیں آئی تھی بلکہ مجھے عمومی انداز میں یہ کہا گیا تھا کہ مجھے سیرت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر گفتگو کرنی ہوگی۔ بہرحال ان دونوں چیزوں کے مابین کوئی زیادہ فرق اور بُعد نہیں ہے' ان کو آسانی سے باہم جوڑا جاسکتا ہے۔ یہ لازم وملزوم ہیں۔ لیکن میری آج کی گفتگو زیادہ تر جس تناظر میں ہوگی وہ سورۃ الحدید کی وہ آیت مبارکہ ہے جس پر میں ابھی قرآن اکیڈمی میں مفصل درس دے کر آرہا ہوں۔ میں نے آج کے اس اجتماع میں حاضری سے اسی بنیاد پر معذرت کی تھی کہ ہفتہ کو بعد نماز مغرب قرآن اکیڈمی میں میرا درس ہوتا ہے۔ ہم وہاں گذشتہ آٹھ ہفتوں سے سورۃ الحدید کا سلسلہ وار مطالعہ کر رہے ہیں اور آج کی نشست میں اس سورۂ مبارکہ کی پچیسویں آیت زیر درس تھی۔ جس کی میں نے آغاز میں تلاوت کی ہے۔

آپ میں سے بہت سے حضرات کی نگاہوں سے شاید آج اخبارات میں وہ اشتہار بھی گزرا ہو جس میں اس درس سے متعلق میں نے تین سوالات معین کئے تھے۔ پہلا یہ کہ "اسلام صرف تبلیغی مذہب ہے یا انقلابی دین؟" ۔ دوسرا یہ کہ "اسلامی انقلاب کا اصل ہدف کیا ہے؟" ۔ اور تیسرا یہ کہ "کیا اسلامی انقلاب کے لئے طاقت کا استعمال جائز ہے؟" ...... انہی تین سوالات کے حوالے سے میں اس وقت سیرت النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ضمن میں کچھ عرض کروں گا۔ باقی جہاں تک آپ کے مقرر کردہ موضوع کا تعلق ہے' اس سے اس کا بالکل واضح تعلق یہ ہے کہ حبِّ رسولؐ کا اصل تقاضا ہے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ...... اپنی اس بات کی تاکید و تائید کے لئے میں نے آغاز میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۳۱ بھی تلاوت کی تھی جس سے ہمارے دین میں اتباع رسول کی جو اہمیت ہے وہ نہایت وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ۔ "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم۔ اہل ایمان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو" فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ "تو میرا اتباع کرو' میری راہ پر چلو' تاکہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہارے

گناہوں کو بخش دے اور اللہ ہے ہی بخشنے والا ' رحم فرمانے والا "۔

حُبِّ رسولؐ کا تقاضا: اتباعِ رسولؐ

اس موقع پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ دو اہم الفاظ ایسے ہیں جو اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی۔ پہلا لفظ ہے اطاعت اور دوسرا ہے محبت " اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔" ...... اسی طرح محبت کا لفظ اللہ کے لئے بھی آتا ہے اور رسولؐ کے لئے بھی۔ جیسے سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں فرمایا قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ ِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ○ " (اے نبی! ان مدعیانِ ایمان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ اور اپنے بیٹے اور اپنے بھائی اور اپنی بیویاں اور اپنے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے ہیں اور جمع کئے ہیں اور اپنے وہ کاروبار جو تم نے بڑی مشقت سے جمائے ہیں اور جس میں تمہیں کساد کا اور مندے کا خوف رہتا ہے اور اپنی وہ بلڈنگیں جو تم نے بڑے ارمانوں کے ساتھ تعمیر کی ہیں جو تمہیں بڑی بھلی لگتی ہیں۔ اگر یہ چیزیں تمہیں محبوب تر ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تو جاؤ انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔ تو یہاں اللہ کی محبت کے ساتھ ہی رسول کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی جہاد فی سبیل اللہ کی محبت کو بھی لے آیا گیا۔

اب میری بات کو غور سے سماعت فرمائیے۔ جب اللہ کی اطاعت اور اللہ کی محبت دونوں کو جمع کریں گے تو اس کا جو حاصل جمع ہو گا اس کا نام عبادت ہے۔ عبادت صرف اللہ کی ہے رسول کی نہیں ہے۔ اور جب رسول کی اطاعت اور رسول کی محبت کو جمع کریں گے تو اس کے حاصل جمع کو عبادت نہیں کہا جائے گا بلکہ 'اتباع' کہا جائے گا۔

عبادت کا اصل مفہوم ہے "انتہائی محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ کی بندگی اور

پرستش کرنا" ...... اور اتباع کا مفہوم ہے 'محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر پیروی کرنا۔ ...... اطاعت اور اتباع میں کیا فرق ہے! اس کو بھی سمجھ لیجئے۔ اطاعت کی جاتی ہے کسی حکم کی۔ اور اتباع یہ ہے کہ کسی ہستی سے اتنی محبت ہو جائے کہ چاہے اس نے حکم نہ دیا ہو لیکن اس ہستی کے ہر عمل اور فعل کی پیروی کرنا۔ گویا بقول شاعر۔

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں   خیاباں خیاباں اِرم دیکھتے ہیں۔

تو اتباع کا درجہ اطاعت سے بہت بلند اور اس کے مفہوم میں بہت وسعت ہے۔ اطاعت میں صرف حکم پیش نظر ہو گا اور اتباع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر عمل اور فعل کو بلکہ ہر ہر ادا کی پیروی کو سعادت سمجھا جائے گا چاہے آپؐ نے اس کا حکم نہ دیا ہو۔ حاصل گفتگو یہ کہ حبِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تقاضا ہے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اتباعِ رسولؐ کا ایک اہم پہلو

اسی اتباعِ رسول کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ہم اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ بحیثیت مجموعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا رخ کیا تھا! آپؐ نے کس کام کے لئے محنت کی! آپؐ کو کیا فکر دامن گیر تھی! آپؐ نے اپنی دن رات کی سعی و کوشش اور محنت و مشقت کا ہدف کیا معین فرمایا!! ...... اس دنیا میں ہر شخص شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے لئے کوئی نہ کوئی ہدف معین کرتا ہے 'پھر اس کی ساری محنت اور بھاگ دوڑ اسی رخ پر ہوتی ہے۔ کوئی اپنے پیشے (PROFESSION) میں اعلیٰ سے اعلیٰ مہارت حاصل کرنے کے لئے اور اپنا مقام بنانے کے لئے محنت اور سعی و جہد کرتا ہے۔

کوئی سیاست دان ہے 'اس کا بھی ایک ہدف ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ حکومت کے کسی منصب پر فائز ہو 'اقتدار اس کے ہاتھ میں یا اس کی پارٹی کے ہاتھ میں آئے۔ کاروباری آدمی ہے تو اس کا بھی ایک ہدف ہے 'وہ محنت کر رہا ہے 'مشقت کر رہا ہے 'راتوں کو جاگ رہا ہے 'کہاں کہاں سے سامان تجارت منگاتا اور کہاں کہاں بھیجتا ہے! دنیا بھر کی مارکیٹوں میں چیزوں کے نرخوں کے اتار چڑھاؤ 'کمی بیشی کی خبر رکھتا ہے۔ یہ ساری سوچ اس کے ہدف کے تابع ہے۔

رسولِ اکرمؐ کی سعی و جہد کا ہدف!

اب سوال یہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انتہائی جاں گسل محنت و مشقت کی زندگی بسر کی تو اس کا ہدف کیا تھا؟ جو شخص سیرت مطہرہ کا سرسری سا بھی مطالعہ کرتا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ وہ حیران رہ جاتا ہے کہ حضورؐ نے اپنے مشن کے لئے کتنی محنت کی ہے اور کتنی مشقت جھیلی ہے...... ہم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے کے خواہشمند ہیں تو ہمارے لئے سب سے اہم بات یہ طے کرنے کی ہوگی کہ حضورؐ کی زندگی کا رخ کیا تھا! آپؐ کے سامنے کیا مقصد تھا! کس ہدف کے حصول کے لئے آپؐ نے سعی و جہد فرمائی تھی! اس کے ضمن میں ایک اور بات بھی سامنے رکھئے کہ اگر خود آپ کا ایک مقصد معین ہے تو اس کے حصول کے لئے آپ کو کئی کام کرنے پڑتے ہیں'۔ آپ اگر ان کئی کاموں کو علیحدہ علیحدہ (ISOLATE) کر کے دیکھیں گے تو وہ آپ کو مختلف نظر آئیں گے' ان میں بظاہر ربط نظر نہیں آتا۔ لیکن دراصل ان کو باہم مربوط کرنے والا "ایک مقصد" ہوتا ہے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھیں گے تو وہ تمام افعال جو بظاہر مختلف اور متضاد معلوم ہوتے ہیں وہ سب کے سب مربوط نظر آئیں گے اور درحقیقت ان کا باہمی ربط اس وقت تک قائم کرنا مشکل ہو گا جب تک واضح طور پر "مقصد" سامنے نہ ہو۔ ان بظاہر مختلف و متضاد افعال میں باہمی ربط و توافق تب ہی نظر آئے گا اور قائم ہو سکے گا جب مقصد معین طور پر سامنے موجود ہو گا۔

ہدف کی تعیین کی اہمیّت

اس مسئلہ کی اہمیت میں آپ حضرات کے سامنے واضح کر دوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ میں بعض پہلو بظاہر متضاد نظر آتے ہیں۔ اور یہ تضادات اسی صورت میں حل ہو سکتے ہیں جب حضورؐ کی زندگی کا ہدف اور مشن ہمارے سامنے ہو۔ دشمنان اسلام خاص طور پر مستشرقین نے ان پر اعتراضات بھی کئے ہیں اور حملے بھی۔ میں ان میں سے چند کا بطور مثال ذکر کرتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سخت ترین مصیبتیں جھیل رہے ہیں' حضورؐ کے ساتھیوں کو دہکتے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے' مکہ

کی سنگلاخ اور تپتی ہوئی زمین پر گردن میں رسی ڈال کر جانوروں کی لاش کی طرح گھسیٹا جا رہا ہے۔ ایک مومنہ کو نہایت بہیمانہ ہی نہیں بلکہ انتہائی کمینگی سے شہید کیا جا رہا ہے۔ ایک مومن کے ہاتھ پاؤں چار اونٹوں سے باندھ کر ان اونٹوں کو چار سمتوں میں ہانک دیا جاتا ہے کہ جسم کے چیتھڑے اڑ جاتے ہیں لیکن جوابی کاروائی کی اجازت نہیں ہے۔ مکہ میں بارہ برس تک حضورؐ کے کسی جان نثار نے مشرکین مکہ کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی نہیں کی۔ کوئی بدلہ نہیں لیا۔ اس لئے کہ حضورؐ کا فرمان تھا کہ اپنے ہاتھ باندھے رکھو!...... کوئی جوابی کاروائی نہیں کی جائے گی۔ حالانکہ مکہ میں جو حضرات گرامی دولت ایمان سے مالا مال ہوئے تھے ان میں سے ہر ایک شجاعت و بہادری میں اگر ایک ایک ہزار کے برابر نہیں تو ایک ایک سو کے برابر ضرور تھا۔ اور ان کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم "کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ" کی تعمیل میں کسی نے اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔ ایک طرف یہ انتہا ہے' دوسری طرف مدنی دور میں حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تلوار ہے' عَلَم ہے۔ آپ کے جان نثار اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں' نیزے ہیں' تیر کمان ہے۔ جوابی کاروائی ہو رہی ہے بلکہ جیسا کہ میں "منہج انقلاب نبوی" کے موضوع پر اپنی مسلسل تقریروں میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں [ل] کہ صرف جوابی کاروائی ہی نہیں بلکہ ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدام میں پہل کی ہے۔ لیکن پچھلی چند صدیوں میں جب نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے کثیر رقبہ پر مغربی سامراج کا سیاسی و عسکری استیلا تھا اور اکثر مسلم ممالک کسی نہ کسی مغربی طاقت کے غلام تھے' حکمران اقوام کی طرف سے اسلام پر بڑے شدید اعتراضات کئے گئے کہ اسلام تو بڑا خون خوار مذہب ہے اور مسلمان بڑی خونیں قوم ہے۔ اور اسلام تو تلوار کے زور پر پھیلا ہے ع "بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے"۔ اغیار نے ہم پر یہ تہمت اس شدومد سے لگائی کہ علامہ شبلی مرحوم جیسے عالم دین' سیرت نگار' مؤرخ نے بھی معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا اور سیرت کی پہلی جلد میں لکھ دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے اقدام میں نہ پہل کی اور

[ل] الحمدللہ اس موضوع پر "منہج انقلاب نبویؐ" کے نام سے ڈاکٹر صاحب موصوف کے دس خطابات کتابی شکل میں موجود ہیں

نہ تلوار اٹھائی۔ بلکہ تلوار اگر اٹھائی تو مجبوراً اور اپنی مدافعت میں اٹھائی۔ علامہ شبلی مرحوم تو پھر بھی اس معاملے میں قابل عفو قرار دیئے جاسکتے ہیں کہ ان کا دور وہ تھا جب انگریز کی حکومت تھی، اس کا غلبہ تھا۔ لیکن مجھے نہایت حیرت اور افسوس اس بات پر ہے، اور یہ بات قابل اعتبار ذرائع سے میرے علم میں آئی ہے کہ حال ہی میں ایک دینی جماعت کے پلیٹ فارم سے ایک نامور عالم دین کی طرف سے پاکستان کی آزاد فضا میں یہ کہا گیا ہے کہ "اسلام میں کوئی جارحانہ جنگ نہیں ہے بلکہ صرف مدافعانہ جنگ ہے۔ حضورؐ اور خلافت راشدہ کے دور میں جتنی جنگیں ہوئی ہیں وہ صرف دفاعی جنگیں تھی"۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جب کہ ضمنی طور پر یہ مسئلہ زیر گفتگو آگیا ہے تو ایک اہم اور اصولی بات عرض کر دوں کہ تصادم کا آغاز اصولاً داعی انقلاب کرتا ہے۔ اقدام اس کی جانب سے ہوتا ہے۔ آپ حضرات غور کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز کہاں سے فرمایا! آپؐ نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور گلی گلی، صدا بلند فرمائی یَاَیُّھَاالنَّاسُ قُوْلُوْا لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا۔ اس دعوت کے مضمرات، اور مفہوم پر غور کیجئے حضورؐ فرمارہے ہیں کہ تمہارا مذہب غلط ہے اور اس مشرکانہ مذہب پر قائم شدہ تمہارا نظام فاسد ہے۔ یہ صدیوں سے قائم و رائج نظام کے خلاف اعلان بغاوت ہے یا نہیں! مکہ کی پر امن فضا میں نعرۂ بغاوت کس نے بلند کیا!۔ پرسکون شہری زندگی کے تالاب میں پتھر کس نے پھینکا کہ پورے تالاب میں ارتعاش کی لہریں اٹھ گئیں!......

اب اصل گفتگو کی طرف آیئے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ہجرت کے بعد مکہ والوں کے خلاف اقدام میں پہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوئی ہے۔ ہجرت کے بعد پہلے چھ مہینے حضورؐ نے داخلی استحکام میں صرف فرمائے۔ اس کے بعد آپؐ نے غزوۂ بدر سے قبل آٹھ چھاپہ مار دستے بھیجے جن میں سے چار میں آپؐ خود سپہ سالار تھے۔ ان مہموں کے دو مقصد تھے۔ پہلا مقصد تھا قریش مکہ کے قافلوں کے راستوں کو مخدوش بنانا جو قریش کی معاشی زندگی کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتے تھے۔ اسے موجودہ دور کی اصطلاح میں قریش کا 'ECONOMIC BLOCKADE' کہا جائے گا۔ دوسرا مقصد تھا قریش کی سیاسی ساکھ

بندی۔ آج کی اصطلاح میں جو " POLITICAL ISOLATION & CONTAINMENT OF QURAISH " کہلائے گا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینہ منورہ کے مابین بسنے والے بعض قبیلوں کو اپنا حلیف بنالیا اور بعض کو غیر جانب دار کہ وہ جنگ کی صورت میں نہ حضورؐ کا ساتھ دیں گے نہ قریش کا...... انہی مہموں میں سے ایک مہم عبداللہ ابن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں وادیٔ نخلہ بھیجی۔ یہ وادی طائف اور مکہ کے مابین واقع ہے اور اس راستے سے قریش کے تجارتی قافلے طائف ہو کر یمن کے ساحل تک جاتے تھے۔ حضورؐ کی ہدایت تھی کہ قریش کی نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھو اور ہمیں خبر دیتے رہو۔ انؓ کو لڑائی کا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ لیکن صورت حال ایسی پیش آئی کہ اس دستہ کی قریش کے ایک قافلے سے مڈبھیڑ ہو گئی جو کافی مال تجارت اور پانچ افراد پر مشتمل تھا۔ ان مشرکین میں سے ایک شخص قتل ہوا' دو افراد فرار ہو گئے' دو کو قیدی بنالیا گیا اور ان کو اور مال غنیمت لے کر یہ حضراتؓ مدینہ واپس آ گئے۔ تفاصیل کے لئے نہ موقع ہے نہ وقت۔ بتانا یہ مقصود تھا کہ ہجرت کے چھ ماہ بعد آٹھ مہمات کی صورت میں اقدام کی پہل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوئی اور پہلا مشرک مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

مزید بر آں یہ بات تو ساری دنیا کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد متعدد جنگیں لڑی ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں نقشہ کھینچا گیا ہے یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ "اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں' قتل کرتے بھی ہیں قتل ہوتے بھی ہیں" تو مکی زندگی اور مدنی زندگی کا فرق آپ کے سامنے ہے۔ ان میں بظاہر بہت بڑا تضاد موجود ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مشہور مؤرخ ٹائن بی (TOYN BEE) جسے اس دور میں فلسفہ تاریخ میں اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے' اس نے ایک جملہ میں پورا زہر بھر دیا ہے۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ وہ کہتا ہے۔

"MUHAMMAD FAILED AS A PROPHET BUT SUCCEEDED AS A STATESMAN"

اس کے اس جملہ کی زہرناکی کو آپ نے محسوس کیا! وہ یہ کہہ رہا ہے کہ مکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی تو نبیوں کے مشابہ ہے۔ دعوت ہے' تبلیغ ہے' وعظ ہے' نصیحت ہے' تلقین

ہے 'انذار ہے' تبشیر ہے۔ صبر ہے۔ پتھراؤ ہو رہا ہے 'لیکن جوابی کارروائی نہیں ہو رہی۔ عیسائیوں کے جو آئیڈل ہیں یعنی حضرت یحیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ ان ؑ کی زندگی کا نقشہ یہی تو تھا...... ! حضرت مسیح ؑ نے تلوار تو کبھی نہیں اٹھائی! حضرت مسیح ؑ کبھی کسی حکومت کے سربراہ تو نہیں بنے! ۔ حضرت یحیٰ ؑ کے ہاتھ میں کبھی تلوار تو نہیں آئی! ۔ تو ٹائن بی کے نزدیک مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سیرت نظر آتی ہے وہ نبوت کے نقشہ پر کچھ نہ کچھ پوری اترتی ہے۔ وہ اگرچہ حضور ؐ کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتا لیکن یہ مانتا ہے کہ سیرت کا مکہ میں جو نقشہ ہے وہ نبیوں کی سیرت و زندگی سے مشابہ ہے لیکن اس کے کہنے کے مطابق وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناکام ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ وہاں سے تو جان بچا کر نکلنا پڑا۔ البتہ اسے مدینہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ایک نئی شکل میں نظر آتے ہیں۔ سپہ سالار ہیں' شہسوار ہیں' صدر مملکت ہیں' مدینہ کی شہری ریاست کے سربراہ ہیں' آپ ؐ ہی چیف جسٹس ہیں' مقدمات آ رہے ہیں اور آپ ؐ فیصلے صادر فرما رہے ہیں۔ معاہدے کر رہے ہیں' مدینہ آتے ہی یہود کے تینوں قبیلوں کو معاہدہ میں جکڑ لیا ہے۔ عرب کے دوسرے قبائل سے معاہدے ہو رہے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ صورت تو ایک سیاست دان (STATESMAN) ——— کی نظر آتی ہے۔ اس میں پیغمبرانہ شان اسے نظر نہیں آتی۔ اس کا کہنا ہے کہ سیاست دان کی حیثیت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہو گئے۔ ان کی کامیابی بحیثیت پیغمبر نہیں تھی۔

اسی ایک جملہ کی شرح ہے جو ایک برطانوی مورخ مسٹر منٹگمری وہاٹ نے ایک دوسرے انداز سے کی ہے۔ آپ حضرات نے نام سن رکھا ہو گا۔ ابھی زندہ ہے' مرکزی حکومت کے زیر اہتمام اسلام آباد میں ہر سال جو سیرت کانفرنس ہوتی ہے تو چند سال قبل مسٹر وہاٹ کو حکومت کی طرف سے مدعو کیا گیا تھا کہ وہ آ کر ہمیں سیرت مطہرہ سمجھائے۔ اس شخص نے سیرت پر دو کتابیں علیحدہ علیحدہ لکھی ہیں ایک کا نام ہے۔ 'MUHAMMAD AT MAKKAH'

اور دوسری کا نام ہے 'MUHAMMAD AT MADINA' (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے حضور ؐ کی سیرت کو دو حصوں میں بانٹ کر دراصل اسی ظاہری تضاد کو نمایاں کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مکہ والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہیں اور

مدینہ والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہیں..... میں نے یہ مثال اس لئے دی ہے کہ کسی نہ کسی درجہ میں اور بظاہر تضاد واقعتاً نظر آتا ہے۔ دشمنوں نے اسے 'EXPLOIT' کیا اور اسے تنقید و تنقیص کا موضوع بنالیا۔ لیکن ہمیں بھی یہ ماننا پڑے گا کہ دو رنگ جدا ہیں۔ میں بعد میں وضاحت کروں گا کہ ان کا آپس میں ربط کیا ہے۔

اب دوسری نمایاں مثال میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ سب نے پڑھ رکھا ہو گا اور سن رکھا ہو گا کہ ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے مابین صلح کا ایک معاہدہ ہوا تھا جو صلح حدیبیہ کے نام سے سیرت کی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ اس صلح کی شرائط بڑی حد تک یک طرفہ نظر آتی ہیں اور بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضورؐ نے دب کر صلح کی ہے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ انتہائی مضطرب اور بے چین تھے کہ دب کر کیوں صلح کی جارہی ہے! ہم اتنے کمزور تو نہیں ہیں، ہم حق پر ہیں، ہم حق کے لئے جانیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ چودہ سو صحابہ کرامؓ موت پر بیعت کر چکے تھے۔ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کر چکے تھے کہ ہم سب یہاں جانیں دے دیں گے پیٹھ نہیں موڑیں گے۔ پھر ہم دب کر صلح کیوں کر رہے ہیں صلح کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ واپس جاؤ، احرام کھول دو، اس دفعہ عمرہ کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اول تو یہی بات صحابہ کرامؓ کے لئے ناممکن القبول تھی۔ احرام باندھ کر آئے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ میں اضطراب پیدا ہوا کہ عمرہ کئے بغیر احرام کیسے کھول دیں! پھر ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مکہ کا کوئی شخص اپنے ولی اور سرپرست کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے گا (یعنی اسلام قبول کر کے جائے گا) تو مسلمانوں کو اسے واپس کرنا ہو گا لیکن اگر کوئی شخص مدینہ سے اسلام چھوڑ کر (مرتد ہو کر) مکہ آجائے گا تو اسے قریش واپس نہیں کریں گے۔ بڑی غیر منصفانہ بات تھی۔ اس پر صحابہ کرامؓ بڑے جزبز ہوئے، انؓ کے جذبات میں جوش و ہیجان پیدا ہوا کہ یہ صلح تو مساوی شرائط پر نہیں ہو رہی۔

چنانچہ جب صلح نامہ پر دستخط کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ احرام کھول دیئے جائیں اور قربانی کے جو جانور ساتھ ہیں ان کی یہیں قربانی دے دی جائے، اس وقت صحابہ کرامؓ کے جذبات کا عالم یہ تھا کہ کوئی نہیں اٹھا۔ کیفیت یہ تھی کہ گویا اعصاب اور اعضاء شل ہو گئے ہیں۔ سب ہی دل شکستہ تھے۔ حضورؐ نے دو مرتبہ پھر فرمایا کہ احرام

کھول دیئے جائیں اور قربانیاں دے دی جائیں لیکن پھر بھی کوئی نہیں اٹھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملول اور رنجیدہ ہو کر خیمہ میں تشریف لے گئے۔ عام معمول یہ تھا کہ سفر میں حضورؐ کے ساتھ کوئی نہ کوئی زوجہ محترمہؓ ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس سفر میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کے ساتھ تھیں۔ حضورؐ نے انؓ سے ذکر فرمایا۔ انہوںؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ! آپ کسی سے کچھ نہ کہئے۔ بس آپؐ قربانی دے دیجئے اور احرام کھول دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے قربانی دی اور حجام کو بلایا کہ میرے سر کے بال مونڈ دو اور آپؐ نے احرام کھول دیا۔ صحابہ کرامؓ نے جب یہ دیکھا تو اب سب کے سب کھڑے ہو گئے۔ جو حضرات ہدی کے جانور ساتھ لائے تھے انہوں نے قربانیاں دیں۔ اور تمام صحابہ کرامؓ نے حلق یا قصر کرا کے احرام کھول دیئے۔ اس صورت حال کی تاویل اور توجیہہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ پر اس وقت انتظار کی سی حالت طاری تھی۔ وہؓ اس خیال میں تھے کہ شاید کوئی نئی شکل پیدا ہو جائے، شاید نئی وحی آجائے۔ لیکن جب حضورؐ نے احرام کھول دیا تو حالت منتظرہ ختم ہو گئی اور سب نے حکم کی تعمیل کی ورنہ معاذ اللہ ہم صحابہ کرامؓ کے متعلق ہرگز کسی حکم عدولی کا گمان تک نہیں کر سکتے۔ میں نے یہ سارا پس منظر آپ حضرات کے سامنے قدرے تفصیل سے اس لئے رکھا ہے کہ آپ صحیح اندازہ کر سکیں کہ ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر جو صلح کا معاہدہ ہوا اس کی شرائط واقعتاً غیر مساوی تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر دب کر صلح فرما رہے تھے۔ گویا اس وقت آپؐ بہر صورت صلح کرنا چاہتے تھے۔

لیکن دو سال بعد جب ایک موقع پر قریش نے معاہدے کی ایک شق کی خلاف ورزی کی اور جب حضورؐ نے اس خلاف ورزی پر ان کی گرفت فرمائی تو قریش مکہ نے خود صلح کے خاتمے کا اعلان کر دیا تب ابو سفیان کو جو اس وقت پورے قریش کے قبیلہ کی سرداری کے منصب پر فائز تھے یہ احساس ہوا کہ جذبات میں آ کر ہم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ یہ صلح ہمارے تحفظ (PROTECTION) کی حامل تھی۔ اس صلح کی تجدید ہونی چاہئے۔ چنانچہ ابو سفیان خود چل کر مدینہ پہنچے۔ سر توڑ کوششیں کیں۔ سفارشیں ڈھونڈیں کہ کسی طرح حضورؐ صلح کی تجدید کی منظوری دے دیں۔ لیکن بارگاہ رسالت سے ابو سفیان کی صلح کی تجدید کے لئے کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ صلح کی

تجدید کی حامی نہیں بھری۔ غور کیجئے یہاں بھی بظاہر ایک بڑا تضاد نظر آتا ہے۔ دو سال پہلے بظاہر دب کر صلح کر رہے ہیں۔ دو سال بعد قریش کے سردار کی طرف سے صلح کی درخواست ہو رہی ہے اور اس مقصد کے لئے وہ خود مدینہ آیا ہے لیکن حضورؐ صلح نہیں فرما رہے۔

اب یہ جو ظاہری تضادات نظر آ رہے ہیں ان کے مابین ربط قائم ہو گا۔ لیکن یہ ربط کس چیز کے ذریعے قائم ہو گا؟ یہ ربط قائم ہو گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل ہدف اور مقصود کی تعیین سے۔ جس کے لئے آغازِ نبوت سے مسلسل جدوجہد ہو رہی ہے۔ تو جان لیجئے کہ یہ ہدف اور یہ مقصود و مطلوب ہے اللہ کے دین کو غالب کرنا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک وقت میں ہاتھ روکنے کا حکم ہے۔ مدافعت میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت بھی نہیں ہے۔ ایک وقت میں ہاتھ کھولنے اور اقدام کرنے کا حکم ہے۔ ایک وقت میں اس مقصد کے لئے صلح مفید ہے' لہٰذا صلح کی جا رہی ہے۔ اپنی انانیت کو آڑے آنے نہیں دیا جا رہا۔ دب کر اور کسی قدر شکست خوردگی کے انداز میں صلح کی جا رہی ہے اور ایک وقت میں اس مقصد کی خاطر جب صلح نہ کرنا مفید ہے تب صلح نہیں کی جا رہی ہے۔ تمام تضادات در حقیقت مقصد کو صحیح طور پر سمجھ لینے ہی سے رفع ہوتے ہیں۔ مستشرقین نے دراصل جو ٹھوکر کھائی ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رسولوں کی بعثت کے بنیادی مقصد ہی کو نہیں سمجھا۔

رسُولوں کو بھیجنے کا مقصد

قرآن مجید میں رسولوں کی بعثت کا بنیادی مقصد سورۂ حدید کی آیت نمبر ۲۵ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ میں قرآن اکیڈمی کی جامع القرآن میں آج ہی عشاء سے قبل اسی ایک آیت پر مفصل درس دے کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ "بلاشبہ' بالتحقیق ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو بینات کے ساتھ"۔ یعنی واضح تعلیمات اور واضح نشانیاں دے کر۔ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ۔ "اور ہم نے ان سولوں کے ساتھ کتاب بھی نازل فرمائی اور میزان بھی۔" ...... یہ سب کس لئے کیا! رسول کیوں بھیجے! کتاب اور میزان کس لئے نازل فرمائی! اس مقصد کو آیت کے اگلے حصہ میں معین فرمایا گیا۔ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۔ط "تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں۔" گویا رسولوں کو واضح

نشانیوں کے ساتھ بھیجنے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان یعنی شریعت نازل فرمانے کی غایت اور مقصد کو یہاں بیان فرمایا جارہا ہے کہ لیقوم الناس بالقسط ۔ "تاکہ لوگ عدل وقسط پر قائم ہوں۔ ظلم کا خاتمہ ہو جائے' جبر کا خاتمہ ہو جائے' استبداد کا خاتمہ ہو جائے'
اور استحصال کا قلع قمع ہو جائے۔ لیکن یہ نظامِ عدل کون سا ہو گا! ایک عدل کا نظام وہ ہے جو انسان اپنے ذہن سے بناتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی " SYSTEM OF SOCIAL JUSTICE " وجود میں آجائے۔ چنانچہ نظام عدل اجتماعی کا ایک تصور وہ ہے جو کیمونسٹوں کے ہاں ملتا ہے۔ ایک تصور مغربی ممالک کا ہے۔ کوشش سب کی یہ ہے کہ ہم کسی حقیقی نظامِ عدلِ اجتماعی تک پہنچ جائیں لیکن انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے جتنے تصورات ہیں ان میں کسی نہ کسی پہلو سے کوئی نقص یا خامی رہ جاتی ہے۔ حقیقی نظام عدل اجتماعی صرف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے ذریعے سے نوع انسانی کو عطا فرماتا ہے جسے ہم دین و شریعت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اللہ کے آخری نبی اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس شریعت کی تکمیل ہو گئی ہے۔ یہ نظام جس نے ہر ایک کے فرائض اور حقوق کا صحیح صحیح تعین کر دیا ہے۔ جس نے طے کر دیا ہے کہ کس کو کیا دیا جائے گا اور کس سے کیا وصول کیا جائے گا۔ جس میں معاشرے کے تمام طبقات کے حقوق و فرائض کا تعین نہایت متوازن اور فطری انداز میں کیا ہے اور جس نے ہر شعبہ زندگی کا احاطہ کیا ہے۔ جس میں معاشرت بھی ہے اور سیاست بھی' تجارت بھی ہے اور معیشت بھی۔ جان لیجئے کہ اس نظام عدل وقسط کو قائم کرنا انبیاء کی بعثت کا ایک اہم مقصد رہا ہے۔ اور یہ ہے وہ بات جو سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۲۵ میں بیان ہوئی ہے۔ اب ذرا اس پہلو پر غور کیجئے کہ اس نظام عدل وقسط کے قیام میں رکاوٹ کون بنے گا! ظاہر بات ہے کہ جو مظلوم ہیں وہ تو چاہیں گے کہ ظلم کا خاتمہ ہو' جو مستضعفین ہیں' جنہیں دبا لیا گیا ہے' جن کے حقوق غصب کئے گئے ہیں وہ تو چاہیں گے کہ ظالمانہ نظام ختم ہو جائے اور عادلانہ نظام قائم ہو۔ لیکن جو ظالم ہیں' جنہوں نے ناجائز طور پر اپنی حکومتوں کے قلادے لوگوں کی گردنوں پر رکھے ہوئے ہیں' جنہوں نے دولت کی تقسیم کا ایک غیر منصفانہ نظام قائم کیا ہوا ہے جس کے باعث ان کے پاس دولت کے انبار جمع ہو رہے ہیں چاہے دوسروں کو دو وقت کی روٹی بھی نہ مل رہی ہو' کیا وہ بھی پسند کریں گے کہ استحصالی و ظالمانہ نظام ختم ہو جائے

اور عدل و قسط کا نظام قائم ہو! میزان شریعت خداوندی نصب ہو جائے! ان کی عظیم اکثریت یہ تبدیلی بالکل پسند نہیں کرے گی۔ لیکن ان طبقات میں بھی کچھ سلیم الطبع لوگ ہوتے ہیں جو بیدار ہو جاتے ہیں، ان کو احساس ہو جاتا ہے کہ واقعی یہ نظام غلط ہے، باطل ہے۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں خود آل فرعون میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے تھے۔ ایک مومن آل فرعون کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ المومن میں ان کی پوری تقریر نقل کی گئی ہے۔ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ یہ صاحب جو آلِ فرعون کے اہم سرداروں میں سے تھے، فرعون کے دربار میں ان کا اونچا مقام تھا، ایمان لے آئے تھے! یہ اس لئے ہوا کہ ان کی انسانیت بیدار تھی۔ معلوم ہوا کہ ظالم اور استحصالی طبقات میں بھی کچھ سلیم الفطرت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب حق کی دعوت ان کے سامنے آتی ہے تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد ہمیشہ آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے اور عظیم اکثریت انہی لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ حالات جوں کے توں (STATUS QUO) رہیں۔ تاکہ ان کے مفادات اور منفعتوں پر کوئی آنچ نہ آئے۔ جاگیرداری نظام ہے تو جاگیردار کبھی پسند نہیں کرے گا کہ وہ نظام ختم ہو جائے۔ سرمایہ دارانہ نظام ہے تو سرمایہ دار کبھی نہیں چاہے گا کہ وہ نظام ختم ہو جائے۔ ہندو معاشرہ میں برہمن کبھی پسند نہیں کرے گا کہ ذات پات کی اونچ نیچ ختم ہو جائے۔ برہمن کو جو اونچا مقام ملا ہوا ہے کیا وہ چاہے گا کہ شودر کو اس کے برابر بنا دیا جائے!۔ لہٰذا چاہے سماجی ظلم ہو، چاہے معاشی ظلم ہو اور چاہے سیاسی ظلم ہو، ظالم طبقات کی عظیم اکثریت اپنے اس ظالمانہ نظام کی مدافعت اور محافظت (PROTECTION) کے لئے میدان میں آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ الحدید کی اس آیت مبارکہ کے اگلے ٹکڑے میں فرما دیا گیا وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ۔ ایسے لوگوں کی سرکوبی اور علاج کے لئے ہم نے لوہا بھی اتارا ہے۔ لوہے میں جنگ کی صلاحیت ہے اس سے اسلحہ بنتا ہے۔ لوگوں کے لئے اس لوہے میں دیگر تمدنی فائدے بھی ہیں..... لیکن اس آیت کی رو سے لوہے کا اصل مقصد یہ ہے کہ میزانِ خداوندی کے نصب کرنے کے مشن میں جو لوگ بھی رسولوں کے اعوان و انصار بنیں اور نظام عدل و قسط کے قیام کے لئے تن من

دھن لگانے کے لئے تیار ہو جائیں ' وہ حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع اس لوہے کی طاقت کو استعمال کریں اور ان لوگوں کی سرکوبی کریں جو اس راہ میں مزاحم ہوں۔ چنانچہ اسی آیت مبارکہ کے اگلے حصہ میں اس کو اللہ تعالیٰ ایمان کی کسوٹی اور اپنی اور اپنے رسولوں کی نصرت قرار دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ط

یعنی اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہیں اس کے وفادار بندے غیب میں رہتے ہوئے اللہ کے دین کی اقامت کے لئے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں..... یہ آیت مبارکہ ختم ہوتی ہے ان الفاظ مبارکہ پر اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ "بے شک اللہ قوی ہے ' زور آور ہے ' زبردست اور غالب ہے"۔ یعنی لوہے کی طاقت کو ہاتھ میں لے کر اللہ کی راہ میں محنت کرنے اور اللہ کی نازل کردہ میزان شریعت کو نصب کرنے کی تعلیم و ہدایت اس لئے نہیں دی جا رہی کہ معاذ اللہ وہ تمہاری مدد کا محتاج ہے ' اس القوی العزیز کو تمہاری مدد کی کیا حاجت ! البتہ تمہاری وفاداری اور ایمان کا امتحان مقصود ہے۔ سورہ حدید کی یہ آیت قرآن مجید کی بڑی انقلابی آیت ہے اور اس میں عمومی اسلوب و انداز میں ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر رسولوں کی بعثت کا مقصد ' انؑ کو کتاب و میزان دینے کی غایت اور لوہے کے نزول کا سبب بیان ہوا ہے۔

نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت : غلبۂ دین

یہی بات اور یہی مضمون ' معین طور پر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے امتیازی مقصد کے ذکر میں قرآن حکیم میں تین جگہ یعنی سورۂ توبہ ' سورۃ الفتح اور سورۃ الصف میں فرمائی گئی ہے فرمایا ! هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ "وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو" (اب یہاں واحد کا صیغہ آیا رسول" جبکہ سورۂ حدید میں آیا تھا لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا وہاں رسل جمع کا صیغہ تھا) کیا دے کر بھیجا ! بِالْهُدٰى پہلی چیز جو حضورؐ دے کر بھیجے گئے وہ ہے الہدیٰ یعنی قرآن حکیم ' ابدی ھدایت نامہ۔

نوعِ انساں را پیامِ آخریں حاملِ اُو رحمۃٌ لِلعالمیں

آپ کو یاد آگیا ہو گا کہ ٹیلی ویژن پر کبھی میرا ایک پروگرام چلتا تھا' میں نے اس کا نام خود "الہدیٰ" تجویز کیا تھا اور وہ اسی آیت سے ماخوذ تھا...... لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف الہدیٰ نہیں دیا گیا بلکہ ایک اور چیز بھی عطا کی گئی وَ دِینُ الْحَق...... "اور حق کا دین یا سچا دین بھی دیا گیا" یہ ہے وہ نظام' جو عدل و قسط پر مبنی ہے۔ اللہ کی طرف سے نوع انسانی کے لئے آخری اور مکمل شریعت! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں بھیجا گیا! حضورؐ کو دین حق کس لئے دیا گیا! اس امتیازی مقصد کی تعیین ہے جو اس آیت سے واضح ہوئی آپ غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت بھی دی 'تبلیغ بھی فرمائی' تربیت بھی دی' تزکیہ بھی کیا۔ یہ سب کچھ کیا۔ لیکن اس تمام جدوجہد (STRUGGLE) ———— کا مقصد (GOAL) کیا ہے! وہ ہے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ "تاکہ اس دینِ حق کو اور اس نظامِ عدل و قسط کو پورے نظامِ اطاعت پر غالب کر دیں"...... زندگی کا کوئی گوشہ اس سے باہر نہ رہ جائے۔ معاشرت ہو' معیشت ہو' سیاست ہو' حکومت ہو' قانون ہو' دیوانی قانون ہو چاہے فوجداری ہو' عبادات ہوں معاملات ہوں' صلح و جنگ ہو۔ ہر شے دینِ حق کے تابع ہو جائے۔ اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول کو مبعوث فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب آپ غور کیجئے کہ یہ ہے مقصدِ بعثت تمام رسولوں کا کہ نظامِ عدل و قسط قائم ہو' ظلم' نا انصافی' جبر و استبداد اور استحصال کا خاتمہ ہو جائے۔ اور اس نظامِ عدل و قسط کے قیام کے لئے جو اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے نازل فرمایا' اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیں...... یہی مقصدِ بعثت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو قرآن حکیم میں تین مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اب جبکہ حضورؐ کی بعثت خصوصی کا مقصد معین ہو گیا تو اللہ اس کے آخری نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے کے کچھ نتائج اور تقاضے ہیں جو سامنے آتے ہیں۔ میں اب انہیں ترتیب وار آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کا پہلا نتیجہ یہ نکلنا چاہئے کہ ہماری زندگی کا مقصد وہی ہو جائے جو آپؐ کی بعثت کا مقصد ہے۔ باقی تمام چیزیں اس کے تابع ہو

جائیں۔ اگر مقصد یہ نہیں ہے پھر تو نقشہ ہی جدا ہو گیا۔ ہم نے زندگی کے بعض گوشوں میں حضورؐ کی پیروی کر لی، مثلاً حضورؐ کے لباس کی، وضع قطع کی، آپؐ کے روزانہ کے معمولات کی پیروی کر لی تو اپنی جگہ ہر چیز مبارک ہے۔ حضورؐ کے نقشِ قدم کی جس طور اور جس انداز سے بھی پیروی کی جائے گی وہ نہایت مبارک ہے لیکن بحیثیت مجموعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی جدوجہد کا جو رخ معین فرمایا وہ اگر ہم نے اختیار کیا نہیں تو ان چھوٹی چھوٹی چیزوں میں اتباع نتیجہ خیز نہیں ہو گا۔ جیسے کہ سورۂ بقرہ کے سترھویں رکوع میں فرمایا گیا ہے وَ لِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا "ہر شخص کے سامنے کوئی ہدف ہے، کوئی مقصد ہے، جس کی طرف وہ بڑھ رہا ہے"۔ آپ حضرات نے 'STRUGGLE FOR EXISTANCE' کے نظریہ کا مطالعہ کیا ہو گا۔ آپ لوگ تو میڈیکل کے طلبہ ہیں، ظاہر بات ہے کہ آپ نے ڈارون کا فلسفہ پڑھا ہو گا اور آپ اس کے نظریہ 'SURVIVAL OF THE FITTEST' سے واقف ہوں گے۔ اس جہادِ زندگانی میں ہر شخص زور لگا رہا ہے، آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہر ایک کا کوئی نہ کوئی ہدف ہے۔ تو پہلی چیز جو حضورؐ کی محبت کے تقاضا کے طور پر سامنے آئے گی وہ یہ ہے کہ ہمارا ہدف بھی وہی ہو جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اس وقت اس ہدف کے لفظ سے بے اختیار میرا ذہن علامہ اقبالؒ کے اس مصرع کی طرف منتقل ہوا کہ ع آہ وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف'...... تیر انداز پہلے تو اپنا ایک نشانہ مقرر کرتا ہے کہ میں نے تیر مارنا کہاں ہے! پھر اس کی قوت روبعمل آتی ہے۔ وہ جتنے زور کے ساتھ کمان کو کھینچ سکے گا اسی زور سے وہ تیر اپنے ہدف کی طرف جائے گا۔ علامہ نے اس مصرع میں دو چیزیں جمع کر دیں ...... کسی تیر انداز کی جدوجہد کے ضائع، اور بے نتیجہ ہونے میں دو عوامل (FACTORS) شامل ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ ہدف (GOALS) معین نہیں۔ دوسرا یہ کہ کمان کو نیم ولانہ اور پوری قوت سے کھینچا نہیں گیا ہے۔ اس پر پورا زور نہیں لگایا گیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ کوئی تیر ادھر کو چلا گیا کوئی ادھر کو چلا گیا۔ ضروری ہو گا کہ ہدف بھی صحیح معین ہو اور پھر پوری قوت کے ساتھ تیر چلا کر اس ٹارگٹ کو 'HIT' کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ دونوں چیزیں نہیں ہوں گی تو تیر بے کار جائے گا۔

بہر حال میں جو بات عرض کر رہا تھا وہ یہ ہے کہ حُبِّ رسولؐ کا پہلا تقاضا ہے اتباعِ رسول۔ اس اتباعِ رسولؐ کی پہلی منزل کیا ہو گی؟ یہ کہ ہر مسلمان شعوری طور پر اپنی زندگی کا ہدف معین کر لے کہ میری زندگی کا مقصد' میری زندگی کا ہدف' میری بھاگ دوڑ کی منزل مقصود وہی ہے جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور وہ ہے اللہ کے دین کا غلبہ...... اسے ملک نصر اللہ عزیز مرحوم نے ایک بڑے سادے انداز میں شعر کا جامہ پہنایا ہے کہ ۔

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

میں نماز پڑھتا ہوں تاکہ اللہ یاد رہے۔ روزہ رکھتا ہوں تاکہ نفس کے منہ زور گھوڑے کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت مجھ میں برقرار رہے۔ زکوۃ ادا کرتا ہوں تاکہ مال کی محبت دل میں ڈیرا لگا کر نہ بیٹھ رہے۔ لیکن ان تمام اعمال کو ایک وحدت میں پرونے والا مقصد کیا ہے! وہ ہے اللہ کے دین کی سرفرازی' اللہ کے دین کی سربلندی۔ جس شخص کی زندگی کا ہدف یہ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہیں سے اس کی زندگی کا کانٹا بدل گیا۔ اب اس کا رخ کچھ اور ہو گیا۔ اب بعض اجزاء میں وہ حضورؐ کے نقش قدم کی پیروی کر بھی رہا ہے تو جب پٹڑی بدل گئی اور بحیثیت مجموعی حضور کا اتباع مقصود و مطلوب نہ رہا تو اب اس جزوی پیروی کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ البتہ بحیثیت مجموعی اگر رخ وہی اختیار کر لیا تو اب ہر معاملہ میں حضورؐ کی پیروی نورٌ علیٰ نور کے درجہ میں آجائے گی۔

انقلاب اسلامی کے لیے حضورؐ کا طریقِ کار

اب دوسری بات کو لیجئے۔ اس منزل کے حصول اور اس منزل تک رسائی کا راستہ کون سا ہے! یہ ہم کہاں سے معلوم کریں گے! اس معاملے میں رہنمائی بھی ہمیں سیرت رسولؐ ہی سے ملے گی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ہر کام ہر طریقے پر نہیں ہو سکتا۔ ہر کام کے لئے ایک طریقہ معین ہے۔ گندم کاشت کرنی ہے تو اس کا ایک خاص موسم ہے' اسی میں آپ کاشت کریں گے تو آپ کو فصل ملے گی۔ ورنہ بیج بھی ضائع ہو جائے گا خواہ خلوص و اخلاص کتنا ہی ہو۔ پھر یہ کہ اس کے لئے زمین کو تیار کرنا ہو گا۔ زمین تیار نہیں کی اور آپ گندم کے

بیج بکھیر آئے تو کیا فصل مل جائے گی! معلوم ہوا کہ گندم کے حصول کا ایک نہج ہے' منہج ہے' طریقِ کار ہے۔ اگر اس کی پیروی نہیں کریں گے تو گندم نہیں اگے گی۔ اسی طرح اس نظامِ عدل و قسط کو قائم کرنے کے لئے بھی' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا' وہی طریقِ کار اختیار کرنا ہو گا جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔ اگر ایک شخص غلط فہمی میں ایک طریقِ کار پر عمل کر رہا ہے' وہ اپنی جگہ مخلص ہے وہ سمجھتا ہے کہ اسی طریقہ سے اسلامی انقلاب آ جائے گا' اسلامی نظامِ عدل و قسط قائم ہو جائے گا تو خلوص کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر مل جائے گا لیکن دنیا میں اس کی محنت کامیاب نہیں ہو گی۔ لہٰذا ہمارا دوسرا شعوری فیصلہ یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طریقے سے انقلاب برپا فرمایا! کس نہج سے نظام عدل و قسط قائم فرمایا! کس طریقے سے ظالمانہ' استبدادی اور استحصالی نظام کو ختم کر کے "لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ" کی منزل تک رسائی حاصل فرمائی۔

جب ہمارا یہ شعوری فیصلہ ہو جائے گا تو اب ضرورت ہو گی کہ ہم سیرتِ طیبہ کا گہرا مطالعہ کریں اور یہ معلوم کریں کہ اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا طریقِ کار (METHOD) اختیار فرمایا تھا۔ اس لئے کہ کسی معاشرے میں انقلاب لانے کے لئے ہر طریقہ کارگر اور مفید نہیں ہوتا بلکہ جس قسم کی تبدیلی لانی ہو یا جس نوعیت کا انقلاب برپا کرنا مقصود ہو' اسی کی مناسبت سے طریقِ کار وضع کیا جاتا ہے۔ میں ایک مثال عرض کر دوں۔ اشتراکی انقلاب کا اپنا ایک طریقہ ہے۔ جب تک اس نظریئے کے شیدائی اور کامریڈز کسی معاشرہ میں طبقاتی شعور (CLASS CONSCIOUSNESS) پیدا نہیں کرتے کہ یہ اہلِ ثروت (HAVES) ہیں اور وہ محرومین (HAVE-NOTS) یہ مراعات یافتہ اور استحصالی طبقات ہیں اور وہ دبے ہوئے اور پسے ہوئے طبقات ہیں۔ جب تک اس شعور کو مظلوم طبقات کے ذہنوں میں راسخ نہیں کر دیا جائے گا' اس وقت تک اشتراکی انقلاب کی راہ میں پہلا قدم بھی نہیں اٹھ سکے گا۔ پہلے یہ طبقاتی شعور (CLASS CONSCIOUSNESS) پیدا کرنا ہو گا۔ دوسرا مرحلہ ہو گا طبقاتی کشاکش اور تصادم (CLASS STRUGGLE) کا۔

اب طبقات کو طبقات سے ٹکرایا جائے۔ اس کے بغیر اشتراکی انقلاب کے لئے دوسرا قدم نہیں اٹھ سکے گا۔ ان کے علاوہ اشتراکیوں کے دوسرے مختلف ہتھکنڈے ہیں' افراتفری پیدا کرنا' بدنظمی پیدا کرنا' اسی طرح علاقائی اور لسانی عصبیتوں کا پیدا کرنا کہ ہم سندھی ہیں' ہم بلوچی ہیں' ہم پختون ہیں' ہم پنجابی ہیں' ہم مہاجر ہیں۔ ہماری تہذیب علاحدہ ہے ہماری ثقافت علاحدہ ہے' ہماری زبان علاحدہ ہے۔ اس طریقے پر ایک دوسرے کے خلاف نفرتوں اور عصبیتوں کو ابھار کر باہم ایک دوسرے سے ٹکرا دینا' یہ کمیونسٹوں کی جدید تکنیک ہے۔ اس میں بموں کے دھماکوں اور دوسری تخریب کاریوں کے ذریعہ سے چاہے بوڑھوں' بچوں' عورتوں اور متعدد بے گناہ لوگوں کی جانوں کو نشانہ بنانا پڑے' چاہے ان کو قربانی کا بکرا بنانا پڑے لیکن یہ چیزیں اشتراکی انقلاب لانے کی کوششوں کے لوازم میں شامل ہیں۔ اب فرض کیجئے کہ کوئی شخص شریف النفس ہے وہ مغالطوں کا شکار ہو کر اشتراکی نظریہ کا معتقد تو ہو گیا' مارکسٹ تو بن گیا لیکن ان تخریبی کاموں میں حصہ لینے کے لئے تیار نہیں۔ تو وہ حقیقی کمیونسٹ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کاموں میں حصہ لیے بغیر اشتراکی انقلاب نہیں آسکتا۔ اس کا ایک طریق کار ہے اس کا ایک ——— ' SET PATTERN ' بن چکا ہے۔ اسی طریق سے سمجھ لیجئے کہ اسلامی انقلاب کے لئے بھی صرف وہی طریقہ مفید اور مؤثر ہو گا جس طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انقلاب برپا فرمایا تھا۔ چنانچہ اب ہماری علمی کاوش اور جستجو یہ ہو گی' کہ ہم سیرت مطہرہ کا معروضی (OBJECTIVE) ——— مطالعہ کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقِ انقلاب کو جاننے کی کوشش کریں۔

مراحلِ انقلاب

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہجِ انقلاب کو سمجھنے کے لئے سیرت مطہرہ کا جب مطالعہ کیا تو انقلاب کے مختلف مراحل کا ایک واضح خاکہ میرے سامنے آگیا اور اس خاکے کی روشنی میں سیرت کے تمام واقعات مجھے انتہائی مربوط و بامعنی معلوم ہوئے۔ میرے مطالعے کا حاصل یہ ہے کہ انقلابی جدوجہد کے چھ مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ ہے دعوت و تبلیغ کا۔ یعنی انقلابی نظریئے کی نشرواشاعت! اسلام کا انقلابی نظریہ ہے نظریۂ توحید۔ جان لیجئے کہ یہ نظریہ

نہایت انقلابی ہے اور اس کی زد بہت دور دور تک پڑتی ہے۔ سماجی اور معاشرتی میدان میں توحید کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انسان برابر ہیں۔ سب کا خالق ایک اللہ ہے۔ پیدائشی اعتبار سے کوئی اونچا اور کوئی نیچا نہیں ہے۔ ذات پات اور حسب ونسب کی بنیاد پر تمام تقسیموں کی مکمل نفی ہو جاتی ہے۔ اسی توحید کی ایک فرع (COROLLARY) یہ ہے کہ حاکم صرف اللہ ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰه حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کے لئے ہے۔ انسان کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ کی حاکمیت کے نظام کو قائم کرے۔ہاں اللہ کی عطا کردہ شریعت کے دائرے کے اندر اندر قانون سازی کی جاسکتی ہے۔ سیاست کے میدان میں اس سے بڑا انقلابی نظریہ اور کوئی نہیں ہو سکتا ۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اسی طرح معاشیات کے میدان میں توحید کا تقاضا کیا ہے! لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے ان کا مالک صرف اللہ ہے۔ ملکیت انسان کے لئے ہے ہی نہیں۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے بطور امانت ہے۔ اصل مالک تو اللہ ہے۔

ایں امانت چند روزہ نزد ماست   در حقیقت مالکِ ہر شے خدا است

ملکیت میں تصرف کا حق لامحدود ہوتا ہے۔ آپ کا مال ہے آپ جو چاہیں کریں' میری ملکیت ہے میں جو چاہوں کروں' میری بکری ہے جب چاہوں ذبح کر دوں مجھے کلی اختیار حاصل ہے۔ لیکن امانت میں آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ امانت میں مالک کی مرضی کے مطابق تصرف ہو گا۔ مالک کی مرضی کے خلاف اگر تصرف کیا جائے گا تو وہ خیانت شمار ہو گا۔ نظرئیہ توحید کے تین تقاضے آپ کے سامنے آگئے۔ معاشرتی سطح پر انسانی مساوات' سیاسی سطح پر اللہ کی حاکمیت اور انسان کے لئے خلافت کا تصور' اور معاشی سطح پر ملکیت کی بجائے امانت کا تصور!

انقلابی جدوجہد کے دوسرے مرحلے کا عنوان ہے تنظیم۔ یعنی وہ لوگ جو شعوری طور پر توحید کی اس انقلابی دعوت کو قبول کر لیں' انہیں منظم کیا جائے۔ جماعتی شکل میں ——— ' ORGANISE ' کیا جائے اس لئے کہ محض نظریہ کی دعوت و تبلیغ سے انقلاب نہیں آسکتا جب تک کہ اس کی پشت پر فدائین اور سرفروشوں کی جماعت نہ ہو۔ اشتراکی انقلاب کو

دیکھ لیجئے۔ جب تک اشتراکی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش نہیں کرتے' جب تک وہ جیلوں کو نہیں بھردیتے' جب تک وہ پھانسی کے پھندوں کو چوم کر اپنے گلوں میں نہیں ڈالتے' کیا کیمونسٹ انقلاب کہیں آسکتا ہے! اسی طریقہ سے اسلامی انقلاب کے لئے ایک جماعت چاہئے' جان نثاروں کی جماعت جو پورے طور پر منظم ہو۔ جس کے لئے ہماری دین کی اصطلاح ہے سمع و طاعت (LISTEN AND OBEY) ـــــــــــ سنو اور اطاعت کرو۔ گویا ڈسپلن اس نوع کا ہونا چاہئے جیسے آرمی میں ہوتا ہے۔ ڈھیلے ڈھالے نظم کے ساتھ انقلاب نہیں لایا جاسکتا۔

تیسرا مرحلہ کیا ہے! تربیت اور تزکیہ یعنی جس اللہ کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہو' اُس کے احکام کو پہلے اپنے اوپر نافذ کرو۔ جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں انقلاب برپا کرنے چلے ہو' پہلے اس رسولؐ کی ہر ادا کو اپنی سیرت میں جذب کرو۔ جب تک یہ نہیں ہو گا کوئی کوشش بار آور نہیں ہو گی۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص بہت فعال ہے' تنظیمی اور جماعتی کاموں میں لگا رہتا ہے' بہت بھاگ دوڑ کرتا ہے لیکن اس سے دین کے احکام پر عمل میں کسل مندی' تساہل' اور بے رغبتی کا اظہار ہوتا ہے۔ تو ایسے سپاہیوں سے گاڑی نہیں چلے گی۔ ایسے لوگ کسی امتحان کے مرحلہ میں خالی کارتوس ثابت ہوں گے۔ لہٰذا تیسرا نہایت اہم مرحلہ ہے تربیت اور تزکیہ کا صحابہ کرامؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا شاہکار تھے' ہمارے لئے اصل آئیڈیل وہ ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جو تربیت حضورؐ نے فرمائی تھی صحابہ کرامؓ کی' اس کی کوئی اور نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ وہ بات ہے جس کی گواہی دشمنوں کی طرف سے ملی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب سپاہِ اسلام ایرانیوں کے خلاف صف آرا تھیں تو رستم سپہ سالار افواج ایران نے مسلمان فوجوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے کچھ جاسوس بھیجے تھے۔ وہ بھیس بدل کر مسلمانوں کے کیمپ میں کچھ دن تک حالات کا مشاہدہ کرتے رہے۔ واپس جا کر انہوں نے رستم کو رپورٹ پیش کی کہ " هُمْ رُهْبَانٌ بِالَّيْلِ وَ فُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ " یہ عجیب لوگ ہیں' رات کو راہب نظر آتے ہیں اور دن میں شہ سوار ہیں۔" دنیا نے یہ دونوں چیزیں علاحدہ علاحدہ تو دیکھی تھیں۔ عیسائی راہب بڑی تعداد میں موجود تھے۔ آپ نے بحیرہ راہب کا واقعہ سنا ہو گا جس نے حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کو آپؐ کے بچپن میں پہچان لیا تھا۔ حضورؐ کے زمانہ تک عیسائیوں میں بڑے مخلص راہب موجود تھے۔ انہی میں وہ راہب بھی تھا جس نے حضرت سلمان فارسیؓ کو حضورؐ کا پتہ دیا کہ جاؤ میرا علم بتاتا ہے کہ کھجوروں کی سرزمین میں نبی آخر الزمان کے ظہور کا وقت آگیا ہے' جاؤ قسمت آزمائی کرو۔ اندازہ لگایئے کہ کتنا بڑا عالم راہب ہو گا۔ لیکن جو راہب ہوتے تھے وہ دن کے وقت بھی راہب ہوتے ہیں رات کے وقت بھی۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تو نظر نہیں آتی تھی۔ اسی طرح قیصر و کسریٰ کی افواج بھی موجود تھیں لیکن جو دن کا فوجی ہے وہ رات کا بھی فوجی ہے۔ جہاں رات کو فوج کا پڑاؤ ہو جاتا تھا وہاں آس پاس کی کسی عورت کی عصمت کا محفوظ رہ جانا ایک معجزہ ہوتا تھا۔ گل چھرّے اڑائے جا رہے ہیں' شراب کے دور چل رہے ہیں' دل کھول کر عیاشی ہو رہی ہے..... اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و تزکیہ کا کمال دیکھئے کہ دو متضاد چیزوں کو جمع کر دیا۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار پر اس سے زیادہ جامع تبصرہ ہو ہی نہیں سکتا کہ هُمْ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَ فُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ کہ رات کو یہ راہب نظر آتے ہیں' اللہ کے حضور سربسجود ہیں' قیام کی حالت میں قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے اور سجدہ گاہیں آنسوؤں سے تر ہیں' لیکن دن کے وقت یہی لوگ جو بہترین شہ سوار ہیں۔ اور نہایت دلیری سے لڑتے ہیں۔

تو جان لیجئے کہ کسی انقلابی جدوجہد کے یہ تین ابتدائی مراحل ہیں۔ دعوت' تنظیم اور تربیت و تزکیہ ان تینوں کا حاصل یہ ہے کہ ایک انقلابی جماعت وجود میں آئے جو ایک طاقت اور قوت بن جائے۔ اس قوت و طاقت کا کام کیا ہے! جب تک یہ طاقت بڑھ رہی ہے ، GROW کر رہی ہے۔ اپنے آپس کے روابط و تعلق کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر رہی ہے' اپنی تنظیم کو مضبوط کر رہی ہے' اپنی دعوت کے ذریعہ سے اپنے حلقۂ اثر اور BASE کو وسیع کر رہی ہے۔ لیکن جب تک اتنی طاقت نہیں ہو جاتی کہ وہ باطل سے ٹکرا سکے اس وقت تک صبر محض پر عامل رہتی ہے۔ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ "ہاتھ بندھے رکھو!" چاہے تمہارے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں' تم ہاتھ مت اٹھاؤ۔ میں اس کا اجمالی تذکرہ پہلے کر چکا ہوں۔ انقلابی جدوجہد میں اس صبر محض (PASSIVE RESISTANCE) کی بہت اہمیت ہوتی ہے اس لئے کہ اگر ابتدائی مراحل میں انقلابی جماعت

تشدد پر اتر آئے' 'VIOLENT' ہو جائے تو اس معاشرے میں موجود باطل نظام کو اس بات کا اخلاقی جواز حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اس مختصر سی انقلابی طاقت کو کچل ڈالے۔ اس کے برعکس اگر وہ انقلابی جماعت صبر محض کی پالیسی کو اختیار کرے اور ظالموں کی جانب سے تشدد کو جھیل جائے تو اس معاشرے کی رائے عامہ اس کے جماعت کے حق میں ہموار ہوتی چلی جائے گی۔ قدرتی طور پر رائے عامہ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو گا۔ کہ آخر ان لوگوں کو کیوں ایذائیں دی جا رہی ہیں 'ان کا جرم کیا ہے! کیا انہوں نے چوری کی ہے یا ڈاکہ ڈالا ہے!۔ کیا کسی کی ناموس و آبرو پر ہاتھ ڈالا ہے! کیا کسی غیر اخلاقی حرکت کا ارتکاب کیا ہے!! ان لوگوں کا بس ایک جرم ہے کہ اللہ کو مانتے ہیں اور محمدؐ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ میں حکم یہی تھا کہ ہاتھ باندھے رکھو' مدافعت میں بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ چنانچہ کفار کی طرف سے مسلمانوں پر بدترین تشدد ہوا جسے مسلمانوں نے کمال صبر سے برداشت کیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ مکہ کے تمام لوگ تو سنگدل نہیں تھے۔ وہاں کی خاموش اکثریت تو دیکھ رہی تھی کہ مسلمانوں کو ناحق ستایا جا رہا ہے اور یہی مسلمانوں کی اخلاقی فتح تھی جو بعد میں غزوہ بدر میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ تین سو تیرہ بے سرو سامان لشکر کے سامنے ایک ہزار کا مسلح لشکر ٹھہر نہ سکا اور مسلمانوں نے کفار کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

تو یہ صبر محض اس انقلابی تحریک کا نہایت اہم مرحلہ ہے۔ جب ہم ان مراحل کو ترتیب وار شمار کرتے ہیں تو صبر محض چوتھا مرحلہ قرار پاتا ہے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ مرحلہ دعوت کے پہلے دن سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور ابتدائی تینوں مراحل یعنی دعوت' تنظیم اور تربیت کے شانہ بشانہ چلتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تعذیب و تشدد پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا اور اپنے موقف پر ڈٹے اور جمے رہنا انتہائی مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور یہ صبر محض اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اتنی طاقت نہ ہو جائے کہ اس نظام کے ساتھ باضابطہ تصادم مول لے سکے۔ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ٹکراؤ کے بغیر انقلاب نہیں آتا۔ ٹھنڈے وعظ اور نصیحت سے انقلاب کبھی نہیں آیا۔ لیکن پختہ ہوئے بغیر اور مناسب تیاری کے بغیر ٹکراؤ ہو گیا تو تمام جدوجہد اکارت جائے گی۔ تقریر کے آغاز میں میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کوئی وجہ ہے کہ بارہ برس تک مشرکین

کی طرف سے مکہ میں شدید ترین تشدد (PERSECUTION) ہو رہا ہے' انتہائی ایذا رسانی کا سلسلہ جاری ہے لیکن حضورؐ کی طرف سے جوابی کاروائی کی اجازت نہیں ہے۔ ہر نوع کے جور و ستم کو برداشت کرو' اگر اللہ ہمت دے تو ان کی گالیوں کے جواب میں دعائیں دو۔ اس طرح اہل ایمان کا امتحان بھی ہو رہا تھا تربیت بھی ہو رہی تھی۔

لیکن جب طاقت اتنی فراہم ہو جائے کہ وہ انقلابی جماعت یہ محسوس کرے کہ اب ہم برملا اور کھلم کھلا نظام باطل کو چھیڑ سکتے ہیں۔ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو انقلاب کا پانچواں مرحلہ شروع ہو جائے گا جس کا عنوان ہے اقدام یعنی 'ACTIVE RESISTANCE'۔ ـــــــــ یعنی اب اُس نظام کی کسی دکھتی رگ کو چھیڑا جائے گا۔ میں اس وقت اس معاملہ کو بہت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ اس میں قدرے تفصیل کی ضرورت ہے۔ جاننے کا شوق اگر دل میں پیدا ہو جائے تو میری کتاب "منہج انقلاب نبویؐ" کا مطالعہ کیجئے جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ ہمارے دور میں اگر کوئی ایسی اسلامی انقلابی جماعت وجود میں آ جائے تو یہ فیصلہ کرنا کہ اب کافی طاقت فراہم ہو گئی ہے اور اقدام کا مرحلہ آ گیا ہے اس کا انحصار امیر کے اجتہاد اور 'ASSESSMENT' ـــــــــ پر ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو یہ فیصلہ اللہ کی طرف سے تھا۔ ہجرت ہو رہی ہے' ساتھ ہی آیت نازل ہو گئی اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ اجازت دی جا رہی ہے ان لوگوں کو جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تھے کہ آج ان کے ہاتھ کھول دیئے گئے اب وہ بھی ' RETALIATE ' کر سکتے ہیں' بدلہ لے سکتے ہیں' ...... یہ فیصلہ کس کی طرف سے آیا! اللہ کی طرف سے' وحی کے ذریعہ سے۔ اب وحی تو نہیں آئے گی۔ اب یہ فیصلہ اجتہاد سے ہو گا۔ اب فہم و ادراک کی پوری قوتیں کام میں لا کر فیصلہ کرنا ہو گا کہ کیا ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ ہم باطل نظام کے ساتھ ٹکر لے سکتے ہیں! اگر مشورے کے بعد امیر جماعت کی یہ رائے بن گئی کہ ہمارے پاس معتدبہ تعداد میں ایسے کارکن موجود ہیں جو منظم ہیں۔ سمع و طاعت کے خوگر ہیں' ان کا تعلق مع اللہ مضبوط ہے۔ ان کی اسلامی نہج پر تربیت ہو چکی ہے تزکیۂ نفس کی وادی سے وہ گزر چکے ہیں۔ اللہ کی راہ میں جان دینے کو وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ وہ سینوں پر گولیاں کھانے

کو تیار ہیں، پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ اگر لاٹھیوں کی بارش ہو گی تو وہ بھاگیں گے نہیں۔ جیلوں میں بھرا جائے گا تو وہ جیلوں کو بھر دیں گے کوئی معافی مانگ کر نہیں نکلے گا۔ جب اندازہ ہو کہ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے تو پھر چیلنج کیا جائے گا اور آگے بڑھ کر اقدام کیا جائے گا۔

سیرت النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ اقدام ہمیں اس شکل میں ملتا ہے کہ حضورؐ نے مدینہ تشریف لے جاکر ٹھنڈی چھاؤں میں آرام نہیں فرمایا۔ مستشرقین اور مغربی مؤرخین کی ہرزہ سرائی دیکھئے کہ وہ ہجرت کا ترجمہ کرتے ہیں " FLIGHT TO MADINA " ___ فلائٹ کا ترجمہ ہو گا فرار...... معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ فرار ہوتا ہے کسی مصیبت سے بچنے کے لئے بھاگ کر کہیں پناہ لینا...... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ جاکر معاذ اللہ پناہ نہیں لی تھی۔ ہجرت دراصل عنوان ہے اس کا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور انؐ کے اعوان و انصارؓ کے لئے ایک BASE فراہم کر دی تھی کہ جہاں سے اسلامی انقلاب کی تحریک کو LAUNCH کرنا ہے اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ حضورؐ نے مدینہ تشریف لاکر صرف چھ مہینے داخلی استحکام پر صرف فرمائے ہیں۔ اس عرصہ میں حضورؐ نے تین کام کئے ہیں۔ پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر...... مرکز بن گیا۔ دوسرا کام مہاجرینؓ اور انصارؓ کی مواخات اور تیسرا کام آپ نے یہ کیا کہ یہود کے تین قبیلوں سے معاہدے کر لئے۔ ان کو معاہدوں میں جکڑ لیا۔ طے پا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں گے۔ ان کے تمام شہری حقوق محفوظ رہیں گے لیکن اگر کبھی کسی طرف سے مدینہ پر حملہ ہوا تو وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے یا بالکل غیر جانب دار رہیں گے۔

ان ابتدائی چھ مہینوں کے بعد راست اقدام کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ آپؐ نے چھاپہ مار دستے بھیجنے شروع کر دیئے۔ قریش کی شہ رگ (LIFE LINE) پر ہاتھ ڈالا اور ان کے تجارتی قافلوں کو مخدوش بنا دیا۔ ان مہموں کے متعلق اجمالاً میں گفتگو کر چکا ہوں...... درحقیقت اس اقدام کا نتیجہ تھا کہ قریش کا ایک ہزار کا لشکر پوری طرح کیل کانٹے سے لیس ہو کر حملہ آور ہوئے تھے...... سانپ بل سے باہر نکل آیا تھا...... اور اس طرح انقلاب محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا چھٹا اور آخری مرحلہ یعنی مسلح تصادم (ARMED CONFLICT) کا آغاز ہو گیا۔ اب تلواریں اور نیزے ہیں، مقابلہ ہے۔ تلوار تلوار

سے ٹکرا رہی ہے۔ یہ چھٹا اور آخری مرحلہ (FINAL PHASE) چھ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ اس دوران ہر طرح کی اونچ نیچ آئی۔ بدر میں ستر کافر مارے گئے' چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ احد میں ستر صحابہؓ شہید ہو گئے۔ نشیب و فراز آئے ہیں۔ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ط۔ "اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں"۔ اللہ کی طرف سے یہ ضمانت نہیں تھی کہ اے اہل ایمان میری راہ میں جنگ کرو' تم میں سے کسی کو کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ یہ گارنٹی تو کہیں نہیں دی گئی تھی۔ تم کو تو اپنی جانیں دے کر اپنی صداقت کا ثبوت دینا ہے۔ عام اہل ایمان کو کہاں گارنٹی ملتی' حضورؐ کے لئے بھی گارنٹی نہیں تھی۔ طائف میں جب حضورؐ پر پتھراؤ ہوا ہے تو آپؐ کا جسد اطہر لہو لہان ہوا کہ نہیں ہوا! ۔ احد میں جب حضورؐ کے چہرۂ مبارک پر تلوار کا وار پڑا ہے تو آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے کہ نہیں ہوئے! خون کا فوارہ چھوٹا کہ نہیں چھوٹا! اور حضورؐ کے رخسار مبارک پر خود کی دو کڑیاں گھسیں کہ نہیں گھسیں! یہ سب کچھ ہوا...... ہاں ان تمام آزمائشوں سے گزرنے کے بعد' اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا دینے کے بعد وہ مرحلہ بھی آتا ہے کہ اللہ کی غیبی تائید و نصرت آکر رہتی ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ کامیابی قدم چومے گی۔

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ط۔

دورِ حاضر میں انقلابِ اسلامی کا طریق کار

اسلامی انقلاب کے منہج کے یہ چھ مراحل ہیں جنہیں میں نے یہاں نہایت مختصر انداز میں بیان کیا ہے۔ اس انقلابی عمل (REVOLUTIONARY PROCESS) کو میں نے حضورؐ کی سیرت مبارکہ سے سمجھا ہے اور اس معاملے میں میرا ماخذ صرف اور صرف سیرت محمدیؐ ہے۔ اب ایک اہم بات کی طرف اور اشارہ کروں گا اور وہ یہ کہ اس انقلابی عمل کے ابتدائی چار مراحل ہر دور میں بعینہٖ اسی طرح رہیں گے جیسے ہمیں سیرت مطہرہ میں نظر آتے ہیں۔ یعنی اسلامی انقلابی جدوجہد کا پہلا مرحلہ دعوت و تبلیغ کا ہو گا۔ اس میں قرآن کو مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہو گی اور انقلابی نظریہ توحید ہی کا ہو گا۔ بقول اقبال ؎

زندہ قوت تھی زمانے میں یہ توحید کبھی
اور اب کیا ہے؟ فقط اک مسئلۂ علمِ کلام

آج کے دور میں توحید بریلویوں اور اہل حدیثوں کے درمیان بحث و نزع کا ایک مسئلہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس پر کھینچ تان ہو رہی ہے ورنہ حقیقت میں توحید تو پورے ایک نظامِ تمدن ' ایک نظامِ اجتماعی ' ایک نظامِ عدل و قسط کی بنیاد ہے۔ دوسرا مرحلہ ہے تنظیم۔ یہاں بھی ہمیں سیرت مطہرہ سے حاصل ہونے والے اسوہ کو جوں کا توں اختیار کرنا ہو گا۔ اس تنظیم کے معاملے میں میرے نزدیک حضورؐ نے جو رہنمائی امت کو دی ہے وہ ہے نظامِ بیعت۔ اجتماعیت کے لئے بنیاد بیعت ہو گی۔ میری اس رائے سے کسی کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن میری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے لئے ایک جماعت اور ایک تنظیم کی تأسیس کے لئے سیرت مطہرہ میں بیعت کی سنت کے علاوہ کوئی دوسری صورت موجود نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث ملتی ہے۔ جس کی صحت پر امت کے دو جلیل القدر محدثین امام بخاری اور امام مسلم رحمتہ اللہ علیہما متفق ہیں۔ سند کے اعتبار سے متفق علیہ سے زیادہ کسی روایت کا مقام نہیں ہوتا۔ اس حدیث کے الفاظ اس قدر جامع ہیں کہ میرا گہرا تأثر یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک صحیح اسلامی انقلابی تنظیم یا جماعت کا پورا دستور موجود ہے۔ میں آپ حضرات سے درخواست کروں گا کہ اس حدیث اور اس کے ترجمہ اور تشریح کو پوری توجہ اور غور کے ساتھ سماعت فرمائیے۔ حدیث ہے

عن عبادة بن الصامت قال بايعنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم على السمع والطاعة فى العسر واليسر والمنشط والمكره وعلىٰ اثرة علينا وعلىٰ ان لا ننازع الامر اهله وعلى ان نقول بالحق اينما كنا لا نخاف فى اللّٰه لومة لائم۔

"حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے۔ انہوںؓ نے کہا کہ "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ جو حکم آپ ہمیں دیں گے ہم سنیں گے اور مانیں گے۔ چاہے آسانی ہو چاہے تنگی ہو۔ چاہے وہ ہمارے نفس کو اچھا لگے چاہے اس کے لئے ہمیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے اور چاہے آپؐ ہم پر

دوسروں کو ترجیح دیں اور جس کو بھی آپؐ امیر مقرر فرمادیں گے' ہم اس کا حکم مانیں گے اور اس سے جھگڑیں گے نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو ہماری رائے ہو گی' اور جس بات کو ہم حق سمجھیں گے اس کو بیان ضرور کریں گے ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور اللہ کے معاملہ میں حق بات کہنے سے ہم کسی ملامت گر کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈریں گے"۔

یہ ہے میرے نزدیک تنظیم کے مرحلے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ اس میں صرف یہ فرق ملحوظ رکھنا ہو گا کہ حضور کی اطاعت مطلق تھی اس لئے کہ حضور کا ہر فرمان معروف کے حکم میں تھا لیکن آپؐ کے بعد اب کسی بھی امیر کی اطاعت آزاد نہیں ہو گی بلکہ معروف کے دائرے کے اندر اندر ہو گی..... تربیت کے مرحلے میں بھی ہمیں پورے طور پر نبوی طریق کی پیروی کرنا ہو گی۔ اس میں اہم ترین چیز ہے عباداتِ مفروضہ کا اہتمام اور ان کی پابندی' مزید بر آں تلاوتِ قرآن اور حتی الامکان قیام الیل کا اہتمام۔ اسی طرح صبرِ محض کے مرحلے کو بھی ہمیں بعینہٖ اسی طرح اختیار کرنا ہو گا جس طرح ہمیں سیرت میں مکی دور میں نظر آتا ہے۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے اس کام میں اور اقامت دین کی اس جدوجہد میں جو مصائب اور شدائد آئیں ان پر صبر کرنا ثابت قدم رہنا اور اپنا ہاتھ روک کر رکھنا..... یہ وہ چار ابتدائی مراحل ہیں جن میں ہمیں طریق نبوی کو جُوں کا تُوں اختیار کرنا ہے۔

البتہ اسلامی انقلابی جدوجہد کے پانچویں اور چھٹے مرحلے یعنی اقدام اور مسلح تصادم کے معاملے میں ہمیں احوال وظروف کی مناسبت سے کچھ ترمیم کرنی ہو گی۔ اور اجتہاد سے کام لینا ہو گا۔ اس کی وجہ سمجھ لیجئے۔ پہلی بات یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس معاشرے سے معاملہ تھا' وہ تمام اعتبارات سے خالص کافرانہ و مشرکانہ معاشرہ تھا۔ آج کسی بھی مسلمانوں کے ملک میں یہ جدوجہد ہو گی تو سابقہ مسلمانوں سے پیش آئے گا چاہے اس ملک میں حکمران اور عامتہ المسلمین کی اکثریت فاسق و فاجر افراد پر مشتمل ہو۔ وہ سیکولر (SECULAR) ذہن رکھتے ہوں' لیکن کلمہ گو تو ہیں' شمار تو ان کا مسلمانوں ہی میں ہوتا ہے۔ ایک معاملہ تو یہ ہے جس کی وجہ سے صورت حال میں فرق واقع ہو گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس زمانہ میں طاقت کا زیادہ فرق نہیں تھا' جو تلواریں ادھر مشرکین و کفار کے پاس تھیں' وہی مسلمانوں کے پاس تھیں۔

مقدار اور تعداد (QUANTITY) کا فرق ضرور تھا لیکن نوعیت (QUALITY) کا فرق نہیں تھا۔ وہی نیزہ' تلوار' تیر کمان انُ کے پاس ہے وہی اِن کے پاس ہے۔ وہی گھوڑے اور اونٹ اُدھر ہیں' وہی اِدھر ہیں۔ لیکن آج کل جو استحصالی نظام بھی قائم ہے' خواہ وہ سرمایہ دارانہ ہو یا جاگیردارانہ اس کو تحفظ دینے والی حکومت ہوتی ہے جو انہی طبقات کے افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور اس کے مفادات رائج الوقت نظام سے بڑی مضبوطی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا مقابلہ میں حکومت آتی ہے' اس کے پاس بے پناہ قوت و طاقت ہے۔ چنانچہ مسلح تصادم والی بات موجودہ دور میں بڑی مشکل ہے۔ اس کا کوئی بدل تلاش کرنا پڑے گا...... وہ متبادل طریقے تمدن کے ارتقاء نے فراہم کئے ہیں۔ پرامن مظاہرے' پکٹنگ کرنا' گھیراؤ کرنا' چیلنج کرنا کہ فلاں فلاں کام جو اسلام کی رو سے منکر ہیں ہم یہاں نہیں ہونے دیں گے۔ یہ کام اگر ہو گا تو ہماری لاشوں پر ہو گا۔ 'یہ وہ راستے ہیں جو تمدن کے ارتقاء کی بدولت ہمارے لئے کھلے ہیں۔ جب تک یہ مرحلہ نہیں آتا' صرف زبان و قلم سے اس کا اظہار کیا جائے گا کہ یہ کام اسلام کے خلاف ہیں' منکر ہیں' حرام ہیں۔ ان کو چھوڑ دو' ان سے باز آجاؤ۔ ان کی جگہ معروفات کو رائج کرو۔ لیکن جب وہ وقت آجائے کہ اسلامی انقلابی جماعت یہ سمجھے کہ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ ہم مظاہروں کے ذریعہ سے حکومت کو مجبور کر سکتے ہیں تو پھر چیلنج کیا جائے گا کہ اب یہ کام ہم نہیں ہونے دیں گے۔ سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ پرامن مظاہرے کریں گے' دھرنا مار کر بیٹھیں گے' پکٹنگ کریں گے۔ اس کے نتیجہ میں کیا ہو گا! لاٹھی چارج ہو گا۔ گرفتاریاں ہوں گیں۔ جیلوں میں بھرے جائیں گے۔ حکومت اور آگے بڑھے گی تو فائرنگ ہو گی شیلنگ ہو گی۔ تو جب اس جماعت کے وابستگان نے پہلے ہی جان ہتھیلی پر رکھی ہوئی ہے' وہ سر پر کفن باندھ کر نکلے ہیں کہ ع "شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن" تو پیٹھ دکھانے کا کیا سوال! اب یا تو حکومت گھٹنے ٹیک دے گی اس لئے کہ آخر فوج بھی اسی ملک کی ہے اور عوام بھی اسی ملک کے ہیں۔ اپنوں کے خون سے ہاتھ کب تک رنگ سکیں گے۔ یا پھر نذرانہ جان اپنے رب کے حضور پیش کر کے اس تنظیم کے ارکان سرخرو ہو جائیں گے۔

اس کی ایک مثال اس دور میں ایرانیوں نے پیش کر کے دکھا دی۔ اگرچہ ایران میں

انقلاب کے پہلے چار مراحل پر مطلوبہ درجے میں کام نہیں ہوا تھا۔ اس میں بہت سی خامیاں رہ گئی تھیں...... اس کے بارے میں اس وقت میں گفتگو کرنا نہیں چاہتا...... لیکن ایک چیز انہوں نے کر کے دکھادی۔ انہوں نے شاہ کے خلاف مسلح بغاوت نہیں کی تھی۔ انہوں نے ہتھیار ہاتھ میں نہیں لئے۔ خود جانیں دینے کے لئے سڑکوں پر آ گئے۔ ہزاروں مارے گئے' کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن ان قربانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ پولیس عاجز آ گئی۔ اور فوج نے مظاہرین پر گولیاں چلانے سے انکار کر دیا اور آخر کار شہنشاہ کو بھاگتے بنی اور اس کا انجام یہ ہوا کہ ع "دو گز زمین بھی مل نہ سکی کوئے یار میں" وہ شہنشاہ جو اس علاقہ میں امریکہ کا سب سے بڑا پولیس مین تھا' اسے امریکہ بہادر نے بھی اپنے یہاں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ کونسی طاقت تھی جس نے شہنشاہ ایران کو حکومت چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا! وہ عوام کا جذبہ اور جان قربان کرنے پر آمادگی کی طاقت تھی۔ اس کے بغیر نظام نہیں بدلتا...... تو اس معاملہ میں اجتہاد سے کام لیتے ہوئے ہمیں موجودہ حالات کے پیش نظر صبر محض ہی کی پالیسی پر کار بند رہتے ہوئے اقدام کرنا ہو گا مسلح تصادم کی نوبت نہیں آئے گی۔

البتہ جہاں حالات سازگار ہوں' جہاں مسلح تصادم ہو سکتا ہو' وہاں ہو گا۔ جیسے اب افغانستان میں ہو رہا ہے۔ وہاں اس لئے ہو رہا ہے کہ ایک تو وہ قوم عرصہ سے آزاد قوم کے طور پر دنیا کے نقشے پر موجود رہی ہے اس پر مغربی استعمار کا براہ راست غلبہ نہیں ہوا۔ وہ برصغیر پاک و ہند کی طرح دو سو برس تک غلام نہیں رہے۔ دوسرے یہ کہ وہاں ہتھیار عام ہیں۔ کوئی گھر شاید ایسا ہو جس میں ہتھیار نہ ہوں۔ ان کے بچے تو بچپن ہی سے بندوق اور رائفل سے کھیلتے چلے آ رہے ہیں۔ پھر وہ علاقہ ایسا ہے کہ وہاں گوریلا جنگ ممکن ہے ہمارا علاقہ ایسا ہے کہ اس میں گوریلا وار ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن اگر کہیں مسلح تصادم کے لئے حالات سازگار ہوں تو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ وہاں نہی عن المنکر کے لئے طاقت کا استعمال کیا جا سکتا ہے' تلوار اٹھائی جا سکتی ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ کسی مسلمان فاسق و فاجر حکمران کے خلاف مسلح بغاوت کا راستہ بالکل بند کر دیا گیا ہو۔ بغاوت ہو سکتی ہے۔ البتہ فقہاء کرام نے اس کے لئے شرط یہ عائد کی ہے کہ طاقت اتنی ہو جائے کہ اپنے اندازے اور جائزے کی حد تک کامیابی کا واضح امکان نظر آتا ہو۔ باقی عملاً کیا ہو گا تو بہت سے ان دیکھے عوامل ایسے پیدا ہو سکتے

ہیں کہ آپ یقین سے نتیجہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال یہ معاملہ اگرچہ مشروط ہے لیکن اتنی بات تو ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلح بغاوت حرام مطلق نہیں ہے۔

لیکن ہمارے ملک کے حالات میں عملاً مسلح بغاوت ممکن نہیں ہے۔ اس کا بدل ہے پرامن اور منظم مظاہرے اور وہ تمام اقدامات جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ اس طرح ہم اللہ کی راہ میں جان تو دے سکتے ہیں۔ ہمارے پاس دینے کی چیز جان ہی ہے جو ہم دے سکتے ہیں۔ اس کے لئے آمادگی ضرور رہنی چاہئے۔ اس معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں سنا دوں۔ یہ حب رسولؐ ' یا محبت رسولؐ یا اتباع رسول ہی کا تقاضا ہو گا کہ ہماری قلبی کیفیات حدیث رسولؐ کے مطابق بن جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا: وَالَّذِی نفسُ محمدٍ بیدہٖ لَوَدِدتُ اَن اَغزُوَ فِی سبیلِ اللّٰہِ فاُقتَل ثُمَّ اُحیٰی ثُمَّ اَغزُوَ فَاُقتَل "اس ذات کی قسم' جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے میں یہ چاہتا ہوں' میری یہ آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں نکلوں اور قتل کر دیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے اور پھر میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں"...... اس آرزو کا ہر مسلمان کے دل میں ہونا ایمان کی علامت ہے اور حضورؐ کے اتباع کا لازمی تقاضا ہے...... اسی طریقے سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "جس کسی مسلمان نے اللہ کی راہ میں نہ کبھی جنگ کی اور نہ اس کے دل میں اس کی آرزو تھی تو اگر اس حال میں اس کو موت آئی تو اس کی موت ایک نوع کے نفاق پر واقع ہو گی"۔ گویا یہ ایمان کی شرط لازم ہے کہ یہ آرزو دل میں موجود ہو کہ اللہ تیرے دین کی سربلندی کے لئے یہ جان کام آئے' گردن کٹے' اس جسم کے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس خواہش کا ہونا ضروری ہے خواہ اس کا مرحلہ نہ آئے' صحابہ کرامؓ میں بھی بہت سے ایسے ہیں کہ جن کا انتقال جنگ کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہو گیا۔ ہو سکتا ہے مکی دور میں کسی صحابی کی طبعی موت واقع ہو گئی ہو۔ ان کے لئے میدان جنگ میں گردن کٹانے کی نوبت آئی نہیں...... اسی طرح عین ممکن ہے کہ ہماری زندگیوں میں اللہ کی راہ میں جانی قربانی دینے کا مرحلہ نہ آئے۔ لیکن دل میں نیت ہو' آرزو ہو' تمنا ہو' تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے واثق امید ہے کہ وہ اس پر بھی اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

حاصلِ کلام

عزیز طلبہ! میں نے سیرت مطہرہ کے ایک اجمالی نقشہ کے ذریعے سے آپ حضرات کے

سامنے حبِ رسولؐ کے تقاضے بیان کر دیئے ہیں۔ اس انداز میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میری ہر بات کو تسلیم کر لیں لیکن میرا نقطہ نظر آپ کے سامنے آیا ہے' اس پر ٹھنڈے انداز میں سوچ بچار کیجئے۔ اور ضرورت محسوس ہو تو مجھ سے تبادلہ خیال کیجئے۔

میری اس وقت کی گفتگو کا خلاصہ ذہن نشین کر کے اٹھئے۔ حبِّ رسولؐ کا بنیادی تقاضا ہے اتباعِ رسولؐ ...... یہ اتباع زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی مطلوب اور مبارک ہے، لیکن اس کا اصل تقاضا یہ ہے کہ ہماری زندگی کا پورا رخ وہی ہو جائے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا تھا۔ اور وہ رخ تھا غلبہ دین کی جدوجہد کا رخ! نظامِ عدل و قسط کا عملاً قیام و نفاذ! اسی مشن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس (۲۳) سال تک جاں گسل محنت و مشقت کی' اسی کے لئے صحابہ کرام نے زندگیاں کھپا دیں۔ مصائب جھیلے' مظالم برداشت کئے۔ جانوں کے نذرانے پیش کئے...... حضورؐ اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر ہماری زندگی کا رخ معین ہو جائے' ہماری دلچسپیاں اور ہمارے ذوق و شوق سیرتِ رسولؐ اور سیرتِ صحابہؓ کے سانچے میں ڈھل جائیں یہی حبِّ رسولؐ کا اصل تقاضا ہے۔ ؎

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

ڈاکٹر اسرار احمد کی مختصر لیکن نہایت مؤثر تالیف
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہمارے تعلق کی بنیادیں
کا خود بھی مطالعہ کیجئے اور اس کو پھیلا کر تعاون علی البر کی سعادت حاصل کیجئے
ہدیہ فی نسخہ: تین روپے۔ تبلیغی مقصد کیلئے یک مشت سو نسخوں پر ۳۰ فی صد کمیشن دیا جائے گا :

تازہ، خالص اور توانائی سے بھرپور

پاک پیور®

مکھن اور دیسی گھی

یونائیٹڈ ڈیری فارمز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
(قائم شدہ ۱۸۸۰) لاہور
۲۲- لیاقت علی پارک ۴- بیڈن روڈ- لاہور، پاکستان
فون: ۲۲۱۵۹۸-۳۱۲۷۵۴

SV ADVERTISING

آداب معاشرت

شیخ رحیم الدین

کھانے پینے کے آداب

قارئین کی ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ میثاق میں جہاں ہماری فکری و نظریاتی رہنمائی کا سامان فراہم کیا جاتا ہے وہاں روزمرہ کی عملی زندگی سے متعلق رہنمائی کے لیے بھی کچھ صفحات مختص کیے جائیں۔ اسی خواہش اور تقاضے کے پیش نظر ہم نئے سال سے "آداب المعاشرت" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون شروع کر رہے ہیں۔ اس سلسلے کا آغاز 'کھانے پینے کے آداب' سے کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں ہم نے مولانا منظور الوحیدی کی کتاب 'اسلامی عقائد و اعمال' کو بنیاد بنایا ہے۔ ان مضامین کو ہمارے ایک رفیق کار شیخ رحیم الدین (فاضل دارالعلوم کراچی) ترتیب دیں گے۔ (ادارہ)

اسلام دینِ فطرت ہے جس کا کوئی بھی حکم فطرتِ انسانی کے خلاف نہیں بلکہ اس کا ہر حکم نوعِ انسانی کے لئے رحمت و برکت ہے۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو مہد سے لے لحد تک کی زندگی گزارنے کے طور طریقے اور آداب سکھائے ہیں۔ اور یہ وہ آدابِ زندگی ہیں جن کو اس دنیا کے خالق و مالک نے (جو کہ اپنی مخلوق کے خیر و شر سے بدرجۂ اتم واقف ہے) اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچائے ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ انسانیت کی صلاح و فلاح اللہ تعالےٰ کے حکم ماننے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں ہے۔ آئیے آج ہم آپ کو کھانا کھانے کے آداب بتلاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے تمام لوگوں کو حلال کھانے، حلال پینے کا حکم دیا اور حرام کھانے سے پرہیز کا حکم دیا۔ اللہ تعالےٰ نے جو چیزیں حلال کر دیں وہ انسان کی بدنی اور روحانی صحت کے لئے مفید ہیں اور جن چیزوں کو حرام قرار دے دیا، انسان کی بدنی اور روحانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں۔

اگر کوئی آدمی حلال کھاتا پیتا ہے تو وہ دنیا و آخرت میں بدنی صحت اور روحانی سکون حاصل کرتا ہے۔ بلکہ تمام عبادات کا مفید نتیجہ اور قلبی اطمینان اس وقت ہی حاصل ہوتا ہے کہ حلال کھا کر عبادت کرے۔

جو آدمی حرام کھا کر یا حرام پی کر اپنی جسمانی اور روحانی صحت کو تباہ کرتا ہے اور روحانی سکون سے محروم ہوتا ہے وہ خود ہی اپنے آپ کو برباد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا (البقرۃ: ۱۶۸)
اے لوگو! ان چیزوں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں۔

اسلام نے کھانے پینے کے آداب، اوقات اور انداز بتائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا۔ سب سے خوش نصیب وہ ہے کہ جو ساری مخلوق میں سب سے بہتر اور سب سے اچھی سیرت کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت کرے۔

انسان کو چاہئے کہ کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دے تاکہ طبیعت پر بوجھ نہ رہے۔

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو۔ یہ تمہارے قدموں کے لئے زیادہ راحت کی بات ہے۔

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہے۔ پس اگر شروع میں بھول جائے تو جب یاد آئے، یہ کہے بِسْمِ اللهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ (اس کے آغاز و انجام پر اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔)

جب کھانا کھائے تو درمیان میں سے نہ کھائے بلکہ اطراف میں سے کھائے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ پس اس کے اطراف میں سے کھاؤ اور اس کے درمیان میں سے نہ کھاؤ۔ (جامع الترمذی: باب الاطعمہ)

مسلمانوں کو مل جل کر کھانے کا حکم دیا گیا۔ ایک روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ہم کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے۔ آپؐ نے فرمایا:

شائد تم جدا جدا کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپؐ نے فرمایا:
کھانے پر جمع ہو کر (کھاؤ) اور اس پر اللہ کا نام لو۔ تمہارے لئے اس میں برکت ہو گی۔
حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
سب مل کر کھاؤ اور جدا جدا نہ ہو۔ کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔
سیدھا بیٹھ کر کھائے اور تکیہ لگا کر کھانا متکبرین کا کام ہے۔

بعض لوگ ذرا ذرا سی بات پہ کھانے پر اعتراض کرتے ہیں ۔ یہ عادت اچھی نہیں ۔حضرت ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا ۔ اگر چاہا تو کھا لیا اور اگر ناپسند کیا تو چھوڑ دیا (صحیح البخاری : ۲ کتاب الاطعمہ)

اس طرح عجمی لوگوں کی طرح میز کرسی بچھا کر کانٹے سے کھانا بھی ناپسندیدہ کام ہے ۔ اگرچہ حرام نہیں ہے ۔ مگر مناسب یہ ہے کہ زمین پر بیٹھے اور کپڑا بچھا کر اس پر کھانا رکھے اور دائیں ہاتھ کے ساتھ کھائے ۔

انسان کو چاہیئے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے ۔ دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانا کھائے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھے اور سامنے سے کھائے ۔

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ کھائے اور جب پیئے تو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ پیئے ۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ کے ساتھ پیتا ہے ۔

جو لوگ کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتے وہ شیطان کے ہم نشیں ہوتے ہیں ۔

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔
شیطان اس کھانے کو (اپنے لئے) حلال سمجھ لیتا ہے (یعنی اس میں شریک ہو جاتا ہے) جس پہ اللہ کا نام نہ لیا جائے ۔

اگر کھانا شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا یاد نہ رہے تو جب یاد آئے تب ہی پڑھ لے ۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھانے وغیرہ میں فضول خرچی بھی ناپسندیدہ عادت ہے ۔

یعنی پیٹ کی ہر خواہش پوری کرنے لگے تو یہ ڈرم سیر نہیں ہوگا ۔ حضرت مقدام بن معدیکرب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا: آدمی نے پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی برتن نہیں بھرا ۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جس سے اپنی پیٹھ سیدھی رکھے ۔ اگر ضروری (زیادہ کھانا) ہو تو تیسرا حصہ کھانے کے لئے، تیسرا حصہ پینے کے لئے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لئے ہو ۔ (جامع الترمذی : باب الزھد)

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلّم کے سامنے ڈکار لیا۔ آپؐ نے فرمایا:

اپنا ڈکار ہم سے روکو۔ کیونکہ تم میں سے قیامت کے دن زیادہ طویل بھوکے وہ ہوں گے جو دنیا کے گھر میں زیادہ سیر رہیں گے۔

کھانا پکائے تو پڑوسیوں کا لحاظ رکھے اور ہو سکے تو انہیں بھی کھانے میں شریک کرے چاہے گاہے گاہے ایسا کرے۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

جب تم شوربا بناؤ تو پانی زیادہ کر دو اور اس میں سے پڑوسیوں کے لئے بھی ایک چلّو اٹھاؤ (یعنی انہیں بھی سالن دو) (سنن ابن ماجہ)

جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے پکڑ لے اور اس کے ساتھ لگنے والی خرابی کو دور کر دے اور اسے کھا لے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے تب تک رومال کے ساتھ صاف نہ کرے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصّے میں برکت ہے۔

رات کو کھانے کا ناغہ نہ کرے۔ چاہے تھوڑی سی غذا ہی کھائے۔ حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

رات کا کھانا کھاؤ اگرچہ چند لقمے ہی ہو —— اس لئے کہ عشا کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپا لاتا ہے۔

سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھائے پیئے۔ یہ دنیادار متکبرین کا طریقہ ہے۔

اگر اتفاقاً کھانا سامنے آجائے اور اس وقت نماز بھی کھڑی ہو جائے تو کھانا کھا لے پھر نماز پڑھے۔ بشرطیکہ نماز کا وقت باقی رہے تاکہ نماز کی حالت میں کھانے کی باتیں نہ سوچتا رہے۔

کھانا تیار کرنے والے غلام یا ملازم کو کھانے میں شریک کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے شریک نہ کر سکے تو تھوڑا سا کھانا ہی اسے دے دے۔ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا لائے تو اسے ساتھ بٹھائے یا اس سے کچھ اسے دے دے۔ کیونکہ اس نے اس کی گرمی اور دھواں سہا ہے (سنن ابن ماجہ)

اگر ضرورت پڑے تو مسجد میں بھی کھانا کھا سکتے ہیں۔ البتہ مسجد کی صفائی کا دھیان رکھے۔
اگر کھانا برتن میں رہ جائے اور وہ اس قدر قلیل ہو کہ اسے کھانے میں ہرج نہ ہو تو اسے کھا کر برتن صاف کر دے۔ انگلیوں پر لگا ہوا کھانا چاٹ لے۔ کیا خبر کس حصّہ میں برکت ہو۔
تین انگلیوں کے ساتھ کھانا کھانا زیادہ مناسب ہے۔ سارا ہاتھ استعمال کرنا بے ہودہ عادت ہے۔
کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر دے اور روغن یا کھانے کی خوشبو دور کر دے۔
پانی پیتے وقت تین دفعہ کرے اور ایک دم سارا گلاس نہ چڑھائے۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پیتے وقت تین دفعہ کرتے تھے اور فرماتے: یہ خوب سیراب کرتا، خوب امراض و تکلیف سے بچاتا اور خوب خوش گوار طریقہ ہے۔
حضرت ابنِ عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:
اونٹ کے پینے کی طرح ایک دم نہ پیو بلکہ دو اور تین دفعوں کے ساتھ پیو اور جب تم پیو تو اللہ کا نام لو (یعنی بسم اللہ پڑھو) اور جب تم ہٹاؤ تو حمد بیان کرو (یعنی اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہو)۔
برتن میں سانس نہ لے اور نہ ہی پھونکیں مارے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونکیں لگانے سے منع فرمایا: (جامع الترمذی)
کھلے برتن یا گلاس وغیرہ سے پانی پینا چاہیئے۔ ایسا برتن کہ جو بند ہو یا مشکیزہ ہو یا نل کے ساتھ منہ لگا کر پانی پینا خطرناک ہے۔ کیا خبر کوئی کیڑا وغیرہ اندر چلا جائے۔
اگر برتن نہ ہو تو ہاتھوں کا چلّو بنا کر پانی پیئے۔ یہ بہترین برتن ہے۔ حضرت ابنِ عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ہم ایک تالاب کے پاس سے گزرے۔ ہم اس میں منہ لگا کر پینے لگے۔ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:
منہ لگا کر نہ پیو بلکہ اپنے ہاتھوں کو دھولو پھر (ان کے ساتھ) پیو۔ ہاتھ سے زیادہ پاکیزہ برتن کوئی نہیں ہے۔
کھڑے ہو کر کھانا پینا سخت معیوب ہے۔ بلکہ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ کھائے پیئے۔ حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کھڑے ہو کر

پانی پینے سے منع فرمایا:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ آدمی کھڑا ہو کر پیئے۔ پوچھا گیا: پھر (کھڑے ہو کر) کھانا (کیسا) ہے! فرمایا: یہ اس سے بھی زیادہ سخت (یعنی غلط کام) ہے۔

البتہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا بہتر ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا اور بہتر وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں۔

اگر اتفاقاً پانی یا دودھ وغیرہ میں مکھی گر جائے تو اگر پینا چاہے تو مکھی کو ڈبو کر پیئے۔ کیونکہ مکھی کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔ جب ڈبوئے گا تو بیماری کے اثرات ختم ہو جائیں گے۔ اگر نہ پینا چاہے تو پینے کی پابندی نہیں۔

کھانے پینے کے بعد کی دعائیں

جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے۔ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

(سب حمد اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

حضرت سہل بن معاذ بن انس الجہنی اپنے والد محترم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے کھانا کھایا پھر یہ کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ

(سب حمد اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے یہ کھلایا اور روزی دی بغیر میری قدرت اور طاقت کے)

تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (سنن ابن ماجہ)

●●●●●●

حدیثِ رسولؐ

وَعَنْ

عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ

قَالَ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ
فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ
وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ
وَعَلٰى أَثَرَةٍ عَلَيْنَا
وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ
مِنَ اللّٰهِ فِيهِ بُرْهَانٌ،
وَعَلٰى أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ
لَوْمَةَ لَائِمٍ (بخاری ومسلم)

مفہوم: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ:

ہم ہر حالت میں اللہ اور رسول اور اُن لوگوں کی جن کو امیر مقرر کیا گیا ہو بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ خواہ تنگی کی حالت ہو یا فراخی کی اور خوشی کی حالت میں بھی اور ناپسندیدگی کی حالت میں بھی اور اُس صورت میں بھی جب کہ دوسروں کو ہمارے مقابلے میں ترجیح دی گئی ہو۔ امیر سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے کہ امیر سے کھلا ہوا کفر سرزد ہو۔ اُس وقت ہمارے پاس دلیل ہو گی کہ ہم اُس کی بات نہ مانیں اور جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے۔ اللہ کے سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

الداعی الی الخیر: میاں عبدالواحد
بھگوان سٹریٹ
پرانی انار کلی لاہور

نام بھی اچھا — کام بھی اچھا
صُوفی سوپ ہے سب سے اچھا

صُوفی سوپ

اُجلی اور کم خرچ دُھلائی کے لیے بہترین صابن

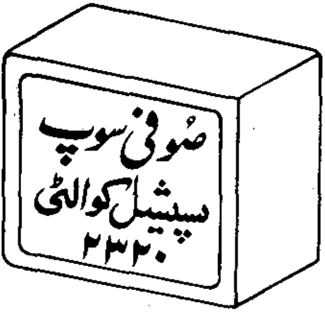

صُوفی سوپ اینڈ کیمیکل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
تار: صُوفی سوپ ٹیلکس:
۳۹۔ فلیمنگ روڈ۔ لاہور۔ ٹیلی فون نمبر: ۲۲۵۴۴۷ - ۵۴۵۲۳

نجوم ہدایت
طالب الہاشمی

"یکتائے زمانہ"

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ

جلاس بن سوید کا شمار مدینہ کے شرفاء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے جب سعد بن عبید اوسی کی بیوہ سے نکاح کیا تو وہ مرحوم شوہر سے ایک کمسن بچہ بھی اپنے ہمراہ لائیں۔ یہ بچہ 'جس کا نام عمیر تھا' کہنے کو تو جلاس کا ربیب تھا لیکن انہوں نے ایسی محبت اور شفقت کے ساتھ اس کی پرورش کی کہ شاید حقیقی باپ بھی اس طرح نہ کر سکتا۔ اس معصوم کو بھی جلاس سے کچھ ایسا انس اور پیار ہو گیا تھا کہ ہر وقت انگلی پکڑے ان کے ساتھ رہتا تھا۔ لوگ بھول گئے تھے کہ عمیر 'جلاس کا ربیب ہے۔ وہ اس کو ان کا حقیقی بیٹا ہی تصور کرتے تھے۔ عمیر کا عہد طفلی تھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ اہل مدینہ کی ایک بڑی تعداد ہجرت نبویؐ سے قبل ہی نعمت اسلام سے بہرہ یاب ہو چکی تھی 'اب باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ اسلام قبول کرنے لگے۔ جلاس بھی ایک دن کمسن عمیر کے ہمراہ رحمت عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نعمت اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے۔ ارباب سیر نے جلاسؓ اور عمیرؓ کے قبول اسلام کا زمانہ متعین نہیں کیا لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اس وقت عمیر کا لڑکپن تھا۔ وہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے تھے اور ان کے والد سعد بن عبید (بن نعمان بن قیس بن عمرو بن عوف) ان کی صغر سنی میں وفات پا گئے تھے۔ گو قبول اسلام کے وقت عمیرؓ بدوِ شعور کو نہ پہنچے تھے لیکن مبداء فیاض نے انہیں نہایت صالح اور سعید فطرت سے نوازا تھا۔ رحمت عالمؐ کی زیارت کے بعد ان کے دل میں حضورؐ کے لئے ایسی محبت اور کشش پیدا ہو گئی کہ جب تک روزانہ آپؐ کو دیکھ نہیں لیتے تھے 'کل نہیں پڑتی تھی۔ حضورؐ بھی ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ دن گذرتے گئے اور ذات رسالت مآبؐ سے عمیرؓ کی عقیدت 'محبت اور نیاز مندی میں اضافہ ہوتا رہا۔

یوں تو عرب میں بارش ویسے ہی کم ہوتی ہے لیکن ۹ ہجری میں تو خشک سالی نے قیامت ڈھا دی اور سارے ملک میں قحط کا سماں پیدا ہو گیا۔ مدینہ باغوں کا شہر تھا لیکن قحط اور گرمی کی شدت سے اہل مدینہ بھی پناہ مانگ رہے تھے۔ لے دے کے ان کی امیدیں اپنے نخلستانوں سے وابستہ تھیں جن میں کھجور کے درختوں پر پھل گدرا چکے تھے اور ان کے اتارنے کا وقت قریب آ پہنچا تھا۔ یہی دن تھے کہ ایک دن اہل مدینہ یہ خبر سن کر چونک اٹھے کہ رومیوں کا ایک زبردست لشکر عرب پر دھاوا بولنے کے لئے پر تول رہا ہے۔ سرور عالمؐ صورت حال سے پوری طرح باخبر تھے۔ آپؐ نے اہل ایمان کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہم دشمن کا مقابلہ آگے بڑھ کر سرحد پر کریں گے۔

مسلمانوں کے لئے یہ سخت آزمائش کا وقت تھا۔ کھجور کی تیار فصل 'ہولناک گرمی' تپتے ہوئے صحراؤں میں طویل سفر کی صعوبتیں 'خوراک پانی اور سواریوں کی قلت ہر چیز ان کی نظر کے سامنے تھی۔ لیکن وہ تو اپنی جانیں مال اور اولاد سب کچھ خدا کی راہ میں بیچ چکے تھے 'انہوں نے سرور عالمؐ کے ارشاد پر کسی حیل و حجت کے بغیر لبیک کہا اور ہمہ تن جہاد کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ یہ غزوۂ تبوک یا جیش العسرۃ کی تمہید تھی۔ اس موقع پر ایثار و اخلاص کے حیرت انگیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال و اسباب حضورؐ کے قدموں پر لا کر ڈال دیا اور جب حضورؐ نے پوچھا۔ "ابو بکر تم نے اپنے اہل عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ " تو عرض کیا' "یا رسول اللہ! اللہ اور اللہ کا رسولؐ " ...... حضرت عمر فاروقؓ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے تین سو اونٹ کجاوہ سمیت 'سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار راہ حق میں پیش کئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف دو سو اوقیہ چاندی لے کر آئے۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ مال و دولت کا ایک انبار لے کر حاضر ہوئے۔ عاصمؓ بن عدی نے ستر وسق کھجوریں پیش کیں۔ خواتین نے اپنے زیور اتار کر اللہ کی راہ میں دے دیئے۔ غرض ہر ایک نے اپنی استطاعت کے مطابق بلکہ استطاعت سے بڑھ کر قربانی کا مظاہرہ کیا۔ ایک طرف تو اہل ایمان اس طرح صفحۂ تاریخ پر اپنے اخلاص اور ایثار کے عدیم النظیر نقوش ثبت کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف منافقین اپنی روسیاہی کا سامان فراہم کر رہے تھے۔ انہوں نے اہل ایمان کو بد دل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی 'کبھی ان سے کہتے کہ

"کھجور کی فصل بالکل تیار ہے' تمہاری غیر حاضری میں یہ برباد ہو جائے گی اور تم کہیں کے نہ رہو گے۔" کبھی کہتے۔ "اس ہولناک گرمی میں تم جھلس کر رہ جاؤ گے اور زندہ واپس نہ آؤ گے۔" کبھی رومیوں کی زبردست جنگی قوت کا حال بتا کر انہیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ لوگ اکثر سویلم نامی کے ایک یہودی کے مکان پر جمع ہوتے اور مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کے منصوبے بناتے۔ انہی ایام میں ایک دن خدا جانے جلاس بن سوید کو کیا ہو گیا۔ منافقین کے بہکاوے میں آ گئے یا کھجور کی نہایت عمدہ فصل نے ان کی مت مار دی۔ اچھے بھلے مسلمان۔ کئی غزوات میں بھی شرکت کا شرف انہیں حاصل تھا۔ لیکن وائے بدبختی کہ ایک مجلس میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

"اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔"

اس موقع پر عمیرؓ بن سعد بھی موجود تھے۔ وہ اگرچہ نو عمر تھے لیکن ان کی پیشانی پر صبحِ سعادت کا نور چمک رہا تھا اور دل میں رحمت عالمؐ کی محبت کا سمندر موجزن تھا۔ اپنے آقا و مولا کے بارے میں جلاس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو ان کا خون کھول اٹھا۔ کڑک کر بولے۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچے ہیں اور تم یقیناً گدھوں سے بدتر ہو۔"

جلاس نے عمیرؓ کی بات سنی تو سناٹے میں آ گئے۔ یہ لڑکا جس نے کبھی ان کے سامنے آنکھ تک نہ اٹھائی تھی آج ان کے منہ آ رہا تھا۔ بڑے جزبز ہوئے اور بولے۔ "کیا اسی دن کے لئے میں نے تجھے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اب میں تیری کفالت سے باز آیا' کوئی اور جگہ ڈھونڈو۔"

سوتیلے باپ سے جلی کٹی سننے کے بعد عمیرؓ سیدھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور سارا واقعہ بلا کم و کاست عرض کر دیا۔ حضورؐ نے جلاس کی جسارت پر تعجب کا اظہار فرمایا اور فوراً ان کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا۔

"جلاس' کیا تم نے آج فلاں مجلس میں یہ الفاظ کہے تھے۔"

جلاس کو اقرار کرنے کی ہمت نہ پڑی' صاف انکار کر گئے۔ اس وقت لسان رسالت پر یہ آیت جاری ہو گئی۔

يحلفون بالله ماقالوا۔ و لقد قالوا كلمة الكفر و كفروا بعد اسلامهم و هموا بما لم ينالوا و ما نقموا الا ان اغنهم الله و رسوله من فضله فان يتوبوا يك خيرا لهم

(وہ) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو نہیں کہا حالانکہ بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا اور مسلمان ہوئے پیچھے کافر ہوئے اور ایسی چیز کا قصد کیا جس کو نہ پایا اور یہ سب کا بدلا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ان کو دولت مند کر دیا۔ سو وہ اگر توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔ (سورہ توبہ آیت ۷۴)

حضورؐ وحی الٰہی کے الفاظ پڑھتے جاتے تھے اور جلاس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ جب آپؐ خیراً لھم پر پہنچے تو جلاس کی چیخ نکل گئی' بے اختیار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ خطا کار ہوں' در گزر چاہتا ہوں۔ مجھ سے بھول ہوئی' اب توبہ کرتا ہوں۔ للہ بخش دیجئے۔"

سرور عالمؐ رؤف و رحیم بھی تھے' آپؐ کو جلاس پر رحم آگیا اور آپؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اس کے بعد وہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہو گئے اور پھر اپنے کسی قول یا فعل سے کبھی شکایت کا موقع نہ دیا۔ توبہ قبول ہونے کی خوشی میں انہوں نے عمیرؓ کو پھر اپنی کفالت میں لے لیا اور جب تک زندہ رہے ان کو اپنے سے جدا نہ کیا۔

جلاسؓ کے اعتراف گناہ اور قبول توبہ کے موقع پر حضرت عمیرؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورؐ نے شفقت آمیز انداز میں ان کا کان پکڑ کر مسکراتے ہوئے فرمایا

"لڑکے تیرے کانوں نے ٹھیک سنا تھا۔"

حضرت عمیرؓ بن سعد عہد رسالت میں اگرچہ کم عمر تھے لیکن سرور عالمؐ سے بے پناہ عقیدت و محبت اور بارگاہ نبوی میں باقاعدہ حاضر باشی نے انہیں منبع فضل و کمال بنا دیا تھا اور وہ اسلامی اخلاق کا پیکرِ جمیل بن گئے تھے۔ ان کے جوشِ ایمان کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ نابالغ ہونے کے باوجود جیش العسرۃ میں والہانہ شریک ہوئے اور دوران سفر میں پیش آنے والی تمام مصیبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

رحلت فرمائی تو انہیں اس قدر صدمہ ہوا کہ کہیں آنا جانا چھوڑ دیا اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ طبیعت پر خشیتِ الٰہی اور خوفِ آخرت کا غلبہ تھا اس لئے نہایت زاہدانہ زندگی گذارتے تھے لیکن وہ محض زاہد مرتاض ہی نہیں تھے بلکہ لوگوں کے دکھ سکھ میں بھی برابر شریک ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہنِ رسا عطا فرمایا تھا۔ پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو آن واحد میں سلجھا دیتے تھے۔ جہاد فی سبیل اللہ کا بھی بے حد شوق تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ ان کو ذاتی طور پر جانتے تھے اور ان کے اوصاف و خصائل کے بے حد مداح تھے۔ اپنے عہدِ خلافت میں وہ ہمیشہ ایسے آدمیوں کی تلاش میں رہتے تھے جو حکومت کے اہم مناصب کی ذمہ داریاں کتاب و سنت کے مطابق انجام دے سکیں۔ حضرت عمیرؓ ان کے معیار پر ہر لحاظ سے پورے اترتے تھے چنانچہ انہوں نے عمیرؓ کو بلا بھیجا اور مجاہدین کے ایک لشکر کا افسر بنا کر شام بھیج دیا۔ وہاں انہوں نے رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ کچھ عرصہ بعد واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیا اور حمص کا امیر مقرر کر دیا۔

امارتِ حمص کے منصب پر فائز ہونے کے بعد حضرت عمیرؓ نے وہاں کا کاروبار حکومت ایسی عمدگی سے انجام دیا کہ فاروق اعظمؓ کی نظروں میں ان کی عزت دوچند ہو گئی، وہ عمیرؓ کی قابلیت پر تعجب کیا کرتے تھے اور ان کو "نسیج وحدہ" (یکتا و یگانہ) کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر مجھے عمیرؓ جیسی صلاحیتیں رکھنے والے چند آدمی مل جاتے تو میرا بارِ خلافت ہلکا ہو جاتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ عمیرؓ بن سعد سے زیادہ اچھا اور قابل آدمی شام میں کوئی نہیں تھا۔

طبقات ابنِ سعد کی روایت کے مطابق حضرت عمیرؓ سالہا سال تک حمص کے امیر رہے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ نے شہادت پائی تو وہ اس منصب سے دستکش ہو گئے اور عام شہری کی حیثیت سے حمص میں مستقل اقامت اختیار کر لی اور یہیں امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں وفات پائی، لیکن علامہ ابن اثیر اور بعض دوسرے مورخین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی زندگی میں ہی حمص کی امارت چھوڑ دی تھی اور مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر اپنے اہل و عیال سمیت ایک گاؤں میں سکونت اختیار کر لی تھی وہیں انہوں

نے عہد فاروقی میں وفات پائی اور مدینہ منورہ کے قبرستان " بقیع غرقد " میں دفن ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو ان کے انتقال کی خبر سن کر بیحد صدمہ ہوا اور وہ پیادہ پا " بقیع غرقد " کے گورستان میں تشریف لے گئے اور حضرت عمیرؓ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر دیر تک ان کی مغفرت کے لئے دعا مانگتے رہے۔

جو سیرت نگار مؤخر الذکر روایت کے قائل ہیں ان کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمیرؓ کو زکوٰۃ کی وصولی کا افسر بنا کر حمص بھیجا تھا۔ جب ان کو حمص گئے ہوئے پورا ایک سال گزر گیا اور ان کی طرف سے نہ زکوٰۃ کی رقم وصول ہوئی اور نہ کوئی اطلاع ملی تو حضرت عمرؓ بڑے مضطرب ہوئے۔ وہ اپنے امراء اور عمال پر کڑی نظر رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ انہیں باقاعدگی سے خط بھیجتے رہا کریں۔ حضرت عمیرؓ کی طویل خاموشی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ انہوں نے عمیرؓ کو ایک سخت خط لکھا کہ اب تک جس قدر رقم وصول ہوئی ہو اسے لے کر مدینہ حاضر ہوں۔

حضرت عمیرؓ کو فاروقِ اعظمؓ کا خط ملا تو انہوں نے زاد راہ کا تھیلا کندھے پر ڈالا اور اپنا عصا ہاتھ میں لے کر پیدل ہی عازمِ مدینہ ہو گئے۔ جب کئی دنوں کے پر صعوبت سفر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو یہ حال تھا کہ بال بڑھ گئے تھے' چہرہ سنولا گیا تھا اور جسم گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ دربار خلافت میں پہنچے تو حضرت عمرؓ ان کو اس حال میں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پوچھا۔

" عمیرؓ یہ میں تمہیں کس حال میں دیکھ رہا ہوں ؟ "

عمیرؓ : " امیر المومنین' اللہ کے فضل سے میں اچھا بھلا ہوں۔ ہاں میرے ساتھ دنیا ہے جس کی گرانباری تلے دبا جا رہا ہوں "۔

حضرت عمرؓ : " آخر تمہارے پاس کونسی دنیا ہے ؟ "

عمیرؓ : " امیر المومنین یہ میرا تھیلا ہے جس میں اپنا زاد راہ ڈال کر چلا تھا۔ یہ ایک پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں۔ یا اس میں پانی بھر کر اپنے کپڑے اور سر دھوتا ہوں۔ یہ میرا مشکیزہ ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں۔ یہ میرا عصا ہے جس سے حشرات الارض اور دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ آخر انہیں چیزوں کا نام تو دنیا ہے "۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر اللہ اکبر پکار اٹھے۔ پھر پوچھا۔

"کیا تم نے سارا سفر پیادہ کیا ہے؟"

عمیرؓ: "جی ہاں"

حضرت عمرؓ: کیا وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو تمہارے لئے سواری کا انتظام کر دیتا؟"

عمیرؓ: "نہ میں نے کسی سے مطالبہ کیا اور نہ کسی نے سواری کا انتظام کیا"۔

حضرت عمرؓ: "وہ لوگ کتنے برے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کی تکلیف کا احساس نہیں کیا"۔

عمیرؓ: "امیر المومنین ایسا نہ کہیئے وہ لوگ مسلمان ہیں اور میں نے انہیں اکثر نماز پڑھتے دیکھا ہے"۔

حضرت عمرؓ "تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا اور کون سا کام تمہارے سپرد کیا تھا"۔

عمیرؓ: "امیر المومنین آپ نے مجھے جہاں بھیجا تھا' وہاں کے خدا ترس اور امانت دار لوگوں کو جمع کیا اور انہیں محاصل کی وصولی کا ذمہ دار بنایا۔ جو کچھ وہ وصول کر کے لائے اسے ان کی ضرورتوں پر خرچ کر دیا۔ اگر کچھ بچتا تو دربار خلافت میں بھی ضرور بھیجتا"۔

حضرت عمرؓ...... ان کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا "مجھے تم سے یہی امید تھی اب تم واپس اپنے عہدہ پر جاؤ"۔

عمیرؓ: "امیر المومنین اب مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیجئے۔ مجھ میں یہ بوجھ اٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔ ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کسی بات پر آخرت میں نہ پکڑا جاؤں۔ ایک دن امارت کی ترنگ میں ایک نصرانی کو کہہ بیٹھا کہ خدا تجھے خوار کرے' اسی وقت سے ضمیر ملامت کر رہا ہے اب میں کبھی امارت کی ذمہ داری قبول نہیں کروں گا"۔

حضرت عمرؓ نے ان پر بہت زور ڈالا کہ وہ اپنے عہدے پر بدستور کام کرتے رہیں لیکن وہ نہ مانے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں مقیم ہو گئے۔

چند دن کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو سو دینار دے کر ہدایت کی کہ عمیرؓ کے گاؤں جاؤ' اگر دیکھو کہ عمیرؓ اطمینان و فراغت سے گزر کر رہے ہیں تو چپ چاپ واپس چلے آؤ اور اگر ان کو تنگ دست دیکھو تو یہ دینار ان کو دے دینا۔ وہ صاحب حضرت عمیرؓ کی قیام گاہ پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے اپنے کرتے سے جوئیں صاف کر رہے ہیں (یا ایک

دوسری روایت کے مطابق موج کی رسی بٹ رہے ہیں) ان صاحب کو دیکھ کر اهلاً و سهلاً کہا اور پوچھا
۔ "آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں"۔ انہوں نے جواب دیا۔ "مدینے سے" پوچھا "امیر المومنین کا کیا حال ہے؟"

کہا۔ "اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کا اجراء و نفاذ کر رہے ہیں"۔

یہ سن کر عمیرؓ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور کہا "الٰہی! عمرؓ کا حامی و ناصر رہنا۔ انہوں نے اپنی جان تیری راہ میں وقف کر رکھی ہے"۔

قاصد نے تین دن تک عمیرؓ کے ہاں قیام کیا۔ اس دوران میں انہوں نے دیکھا کہ سارے دن میں عمیرؓ کو بمشکل ایک روٹی میسر ہوتی ہے جیسے وہ مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے اور خود فاقہ کرتے ہیں۔ تین دن بعد انہوں نے سو دینار عمیرؓ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا۔

"یہ امیر المومنین نے آپ کے لئے بھیجے ہیں"۔

عمیرؓ نے دینار اٹھا لئے اور اس کے ساتھ ہی ان کی چیخ نکل گئی فرمایا۔ "واللہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے"۔

اور پھر کھڑے کھڑے ساری رقم محتاجوں اور یتیموں میں تقسیم کر دی۔

قاصد نے مدینہ واپس جا کر حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ سنایا تو ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اسی وقت عمیرؓ کو بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو ان کے سامنے بہت سا غلہ اور کپڑے رکھ دیئے اور فرمایا کہ انہیں لے جاؤ۔ عمیرؓ نے عرض کی۔

"امیر المومنین غلہ کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ جس وقت میں گھر سے چلا تو دو صاع جَو میرے گھر میں موجود تھے البتہ کپڑے میں لئے لیتا ہوں کہ میری بیوی ان کی محتاج ہے۔ عرصہ سے تن پوشی کے لئے اسے پورا لباس میسر نہیں ہوا"۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد عمیرؓ بن سعد نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

ان کی اولاد میں دو لڑکوں، عبدالرحمٰن اور محمد کا نام کتب سیر میں ملتا ہے۔ حضرت عمیرؓ کا شمار فضلائے صحابہ میں ہوتا ہے ان کا زہد و تقویٰ مثالی حیثیت رکھتا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ چند حدیثیں بھی ان سے مروی ہیں، جن کے راویوں میں زبیر بن سالمؒ، ابوطلحہ خولانیؒ اور ابو ادریس خولانیؒ جیسے ثقہ اصحاب شامل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الاستاذ شبیر احمد نورانی

چہرے کا پردہ، قرآن و سنّت کی روشنی میں

ایک مسلمان عورت کو اپنے ستر اور حجاب کے معاملے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور یہ احکام ہمیں قرآن وحدیث سے پوری وضاحت کے ساتھ مل جاتے ہیں...... قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے کسی اشد ضرورت کے تحت تو وہ گھر سے باہر جا سکتی ہے ورنہ اس کو گھر میں ہی رہنا چاہئے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"ان المراۃ عورۃ 'فاذا خرجت استشرفها الشیطان" "عورت تو ساری کی ساری پردہ ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے" (سنن الترمذی۔ ابواب الرضاع 'باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات)۔

ایک دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"قد اذن ان تخرجن فی حاجتکن" تم کو اجازت ملی ہے کہ تم اپنی ضرورت کی خاطر (گھر سے باہر) نکل سکتی ہو۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الوضوء باب خروج النساء)

معلوم ہوا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ باہر وہ صرف کسی اشد ضرورت کے تحت ہی نکل سکتی ہے۔ گھر کے اندر بھی اس کو اپنے ستر کو چھپا کر رکھنا چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"لا ینظر الرّجل الی عورۃ الرجل ولا المراۃ الی عورۃ المراۃ"

"نہ کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو دیکھے (مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے) اور نہ ہی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے۔ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب تحریم النظر الی العورات) واضح رہے کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور ہاتھ کے۔ لہٰذا ایک مسلمان عورت کو

اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی اپنے ستر کا خیال رکھنا چاہئے اور خاص طور پر جب گھر سے باہر نکلے تو اسے اپنا پورا جسم ڈھانپ لینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰاتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَا بِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

"اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو ڈال لیا کریں' یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں" اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے (الاحزاب آیت نمبر ۵۹)

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ یہ حکم صرف "امہات المئو منین" کے لئے خاص نہ تھا بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے تھا۔ تمام مسلمان عورتوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اپنے اوپر چادر لٹکالیں اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ چادر کس قدر لٹکائی جائے تو شریعت کا منشاء پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے بھی ہم اپنی طرف سے کوئی وضاحت کرنے کی بجائے حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح حکم بیان کر دیں گے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ

کنا نغطی وجوھنا من الرجال...... (مستدرک حاکم ج۔ اص ۴۵۴)

"ہم اپنے چہروں کو مردوں سے ڈھانپ لیتی تھیں"۔

جس طرح عام عورتیں پردہ کرتی تھیں اسی طرح امہات المئو منین بھی پردہ کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میں غزوۂ تبوک کے واپسی سفر پر قافلے سے پیچھے رہ گئی اور قافلے والی جگہ پر ہی انتظار کرنے لگی اور صفوان بن العطل آیا تو اس نے مجھے پہچان لیا کیونکہ اس نے مجھے حکم حجاب سے پہلے دیکھا تھا لیکن میں نے اسے دیکھتے ہی اپنے چہرے کو چھپالیا۔

حدیث میں الفاظ یوں ہیں فخمرت وجھی عنہ بجلبابی (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی باب حدیث الافک۔ صحیح مسلم کتاب التوبہ حدیث نمبر ۵۶ باب فی حدیث الافک)

"میں نے اس سے اپنے چہرے کو اپنی چادر کے ذریعے ڈھانپ لیا"۔

چہرہ چھپانا غیر محرم مردوں سے مطلوب ہے اس کے لئے بڑی چادر کا استعمال ہو سکتا ہے اور اسی طرح برقع یا کسی بھی نقاب والی چیز کا استعمال بھی صحیح ہے۔ نقاب کا استعمال خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھا۔

ایک نقاب پوش عورت کا واقعہ بھی حدیث کی کتابوں میں ان الفاظ سے موجود ہے۔

جاء ت امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لھا ام خلاء و ھی منتقبۃ

"ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ان کو ام خلاء کہا جاتا تھا اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں"۔ (ابو داؤد' کتاب الجہاد باب نمبر ۸ باب فضل قتال الروم...... الخ)

اس ساری بحث کو غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ

۱ - ایک مسلمان عورت کو اپنے گھر کی حدود میں اپنے ستر (چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ) سارا جسم ڈھانپ کر رکھنا چاہئے۔

۲ - اگر وہ گھر سے باہر نکلے تو اپنے پردے کا بھی پورا خیال کرنا چاہئے۔

۳ - جس طرح امہات المؤمنین اپنے چہرے کا پردہ کرتی تھیں اور دیگر مسلمان عورتیں بھی چہرے کے پردے کا اہتمام کرتی تھیں اسی طرح آج بھی ہر مسلمان عورت کو چہرے کے پردے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

۴ - چہرے کے پردے کے لئے بڑی چادر اور نقاب والی چیز بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

دین کے انتہائی اہم اور بنیادی موضوع
حقیقت و اقسام شرک پر ڈاکٹر اسرار احمد
کے ایک ایک گھنٹے کے چھ لیکچرز جو C-60 کے چھ کیسٹوں میں دستیاب ہیں
ہدیہ پاکستانی کیسٹ -/۱۰۰ روپے (جاپانی کیسٹ) -/۱۹۰ روپے مع محصول ڈاک
تین سو سے زائد عنوانات پر مشتمل فہرست طبع شدہ موجود ہے خط لکھ کر طلب فرمائیں
نشر القرآن کیسٹ سیریز
۲۱-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا

اے ہمارے رب، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو (ان گناہوں پر) ہماری گرفت نہ فرما۔

رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ

اور اے ہمارے رب، ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے اُن لوگوں پر ڈالا

عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا

جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ

اور اے ہمارے رب، ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوا جس کے اُٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے۔

وَ اعۡفُ عَنَّا وَ اغۡفِرۡ لَنَا وَ ارۡحَمۡنَا

اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔

اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ٪

تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ پس کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

ہمیں توبہ کی توفیق عطا کر دے

ہماری خطاؤں کو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے

عطیہ اشتہار: جناب فاروق احمد۔ عمان

رفتارِ کار

حلقہ وسطی پنجاب کے زیراہتمام تربیتی کیمپوں کا انعقاد

چند ماہ قبل تنظیم اسلامی کی مجلس مشاورت میں یہ طے پایا تھا کہ تنظیمی و دعوتی کام کے پھیلاؤ کے پیشِ نظر تنظیم اسلامی پاکستان کو متعدد حلقوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ حلقۂ وسطی پنجاب جو دوابہ رچنا اور ریچ میں شامل اضلاع پر مشتمل ہے، کے لئے ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو امیر اور جناب شمس الحق اعوان صاحب کو نائب امیر مقرر کیا گیا۔ انہوں نے باہم مشورہ سے تنظیم اسلامی کے رفقاء کی تربیت اور تنظیم اسلامی کے قرآنی فکر کی دعوت کو عوام تک پہنچانے کے لئے ایک پروگرام ترتیب دیا۔ اس پروگرام کے تحت ایک ٹینٹ خرید کر مختلف مقامات پر تربیتی کیمپ لگانے کا اہتمام کیا گیا۔ ماہِ اکتوبر۔ نومبر اور دسمبر ۱۹۸۷ء کی روداد حسب ذیل ہے :

ڈسکہ : ۸ر اکتوبر تا ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

سب سے پہلے ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ۸ تا ۱۰ر اکتوبر کیمپ لگایا گیا۔ لوگوں سے رابطہ کے لئے اشتہارات۔ ہینڈ بلز اور ٹی بورڈوں کا استعمال کیا گیا۔ ۸ر اکتوبر بعد نماز مغرب میاں محمد یعقوب صاحب گجرانوالوی نے درسِ قرآن مجید دیا۔ اگلے دن حافظ محمد رفیق صاحب نے درس دیا اور ۹ر اکتوبر ہی کو جناح ہال ڈسکہ میں استحکام پاکستان کے موضوع پر ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے خطاب کیا۔ حاضری ۶۰ افراد کے لگ بھگ تھی۔ حالانکہ اسی دن کرکٹ کا سیمی فائنل میچ بھی ہو رہا تھا۔ دروسِ قرآنِ مجید میں بھی حاضری تیس چالیس تک رہی۔ اس کیمپ میں گجرات۔ وزیر آباد۔ گوجرانوالہ، مترانوالی، کانبانوالہ سے تقریباً ۱۵ رفقاء نے شرکت کی۔ ان دنوں کے دوران تقریباً ۲۵۰ افراد نے کیمپ میں آکر تنظیم کی دعوت کے بارے میں استفسار کیا اور تنظیم کا تعارف حاصل کیا۔

وزیر آباد : ۱۲ر اکتوبر تا ۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

یہ پروگرام گورنمنٹ ڈگری کالج وزیر آباد کی گراؤنڈ میں ہوا۔ منی بورڈز اور ہینڈ بلز کے ذریعہ رابطہ کیا گیا۔ کالج کے طلباء نے کافی دلچسپی لی اور تقریباً ۸۵ افراد کیمپ میں مختلف اوقات پر تشریف

لئے ۱۲ رفقاء نے حصہ لیا اور دن کے اوقات میں مذاکرہ اور افہام وتفہیم کے پروگرام ہوتے رہے۔

گجرات : ۱۵، اکتوبر تا ۲۱، اکتوبر ۱۹۸۷ء

یہ کیمپ زمیندارہ کالج کے قریب ایک پلاٹ میں لگایا گیا۔ اخبارات۔ ہینڈبل اور پوسٹروں کے ذریعے اطلاع دی گئی۔ کالج کے طلباء تک تنظیم کا منشور بھی پہنچایا گیا۔ بعد نماز مغرب درس قرآن مجید کا پروگرام بھی چلتا رہا۔ کم وبیش ۱۵۰ افراد نے تنظیم کی دعوت کا تعارف حاصل کیا۔ اس کیمپ میں لاہور سے میاں محمد نعیم صاحب ۲ رفقاء کے ساتھ تشریف لائے۔ فیصل آباد سے ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب اور رحمت اللہ بٹر آئے۔ سائنس کالج میں مکتبہ بھی لگایا گیا اور قریبی محلہ کی مسجد میں دروس قرآن مجید کے پروگرام بھی ہوئے۔ ۲۵ رفقاء نے کیمپ میں حصہ لیا۔

سوہدرہ : ۲۲، اکتوبر تا ۲۵، اکتوبر ۱۹۸۷ء

ہمارے رفیق جناب عبدالقیوم صاحب کے بچے کی اچانک علالت اور فوتیدگی کے باعث پروگرام بھرپور نہ ہوسکا پھر بھی ڈسکہ، گجرات، گوجرانوالہ سے رفقاء تشریف لائے اور دروس قرآن مجید میاں محمد یعقوب صاحب نے دیئے۔

کامبےانوالہ : ۲۷، اکتوبر ۱۹۸۷ء

۲۷ ر اکتوبر کو ایک روزہ کیمپ لگایا گیا۔ ایک مسجد میں درس قرآن مجید ہوا۔ حاضری تقریباً ۶۰ تھی۔ دن کے اوقات میں ۲۵ افراد نے مذاکرہ میں حصہ لیا اور یہ پروگرام رات ۳۰-۱۱ بجے تک جاری رہا۔

جلالپور جٹاں : ۲۸، اکتوبر تا ۲۹، اکتوبر ۱۹۸۷ء

اس پروگرام کے لئے پہلے سے پوسٹروں اور ہینڈبلز کے ذریعے پبلسٹی کی گئی۔ مغرب کی نماز سے قبل امیر حلقہ ڈاکٹر عبدالسمیع بھی تشریف لے آئے۔ بعد نماز مغرب درس قرآن مجید ہوا۔ حاضری تقریباً ۵۰ تھی۔ بعد نماز عشاء ویڈیو کیسٹ کے ذریعے امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ایک تقریر دکھائی اور سنوائی گئی۔ حاضری ۱۰۰ - ۱۲۵ افراد تھی۔ رات کو ۱۵ رفقاء نے کیمپ

میں قیام کیا۔ صبح کو پھر ڈڈیوکیسٹ پر پروگرام ہوا۔

مترانوالی : ۲، نومبر تا ۴، نومبر ۱۹۸۷ء

گورنمنٹ کالج مترانوالی کے گراؤنڈ میں کیمپ لگایا گیا۔ صبح کے اوقات میں مذاکرات کے دو پروگرام ہوئے اور تقریباً ۸۰ طلباء کے سامنے ہماری دعوت وضاحت کے ساتھ آگئی۔

رائے ونڈ : ۵، نومبر تا ۸، نومبر ۱۹۸۷ء

تبلیغی بھائیوں کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر مرکز سے کتب لے کر دو جگہوں پر بک سٹال لگائے۔ ۸ رفقاء نے ڈیوٹی دی۔ کچھ افراد نے کیمپ میں آکر دعوت سمجھنے کی کوشش کی۔ یہ پروگرام چونکہ ایسے علاقوں میں ہوئے جن میں رفقاء کی تعداد تو کافی ہے لیکن وہ تنظیم میں ابھی نئے ہی شامل ہوئے ہیں لہٰذا کوشش کی گئی کہ رفقاء میں درسِ قرآن مجید کی صلاحیت پیدا ہو۔ تہجد کی عادت پڑے جسمانی ورزش سے مستعدی پیدا ہو اور آیاتِ قرآن اور احادیث نبویؐ یاد کرنے کی رغبت پیدا ہو۔ گجرات میں اللہ کے فضل وکرم سے دو درس قرآن مجید کے حلقے قائم ہوئے ہیں اور عربی زبان سیکھنے کی کلاسیں جاری ہیں۔

فیصل آباد : ۴، دسمبر تا ۱۳، دسمبر ۱۹۸۷ء

فیصل آباد میں جن مقامات پر کیمپ لگانے کی تجویز ہوئی چنانچہ ان کے لئے ہینڈ بل چھپوائے گئے اور پوسٹر بھی تیار کروائے گئے۔ ۳، دسمبر کو جناب شمس الحق اعوان اور جاوید احمد صاحب تشریف لے آئے۔ ۴، دسمبر کو صبح ۱۰ بجے کالج روڈ سمن آباد بالمقابل کالج فار ایجوکیشن کیمپ لگایا۔ نماز جمعہ کے موقعہ پر قریب کی مختلف مساجد میں پروگرام اور منشور تقسیم کئے گئے۔ بعد نماز عصر ٹی بورڈوں کے ذریعے رابطہ مہم کی گئی۔ بعد نماز مغرب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے درس قرآن مجید دیا۔ حاضری ۱۲ افراد تھی جن میں ۹ رفقاء شامل تھے۔ صبح کو قریبی مسجد میں درسِ قرآن مجید دیا گیا اور پھر مختلف کالجوں میں پروگرام اور تنظیم کے تعارف پر مبنی منشور تقسیم کیا گیا۔ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج آف ایجوکیشن میں ۴۵ منٹ کے لئے تقریر کا موقعہ ملا اور قرآن مجید کے حقوق پر مفصل بحث کی گئی۔ چاروں دن بعد نماز مغرب درس قرآن مجید ہوتا رہا اور تقریباً ایک صد افراد نے شرکت کی۔ صبح کے اوقات میں کچھ طالب علم

کیمپ میں تشریف لاتے رہے لیکن پروگرام بھرپور اس لئے نہ ہوسکے کہ ان دنوں امتحانات تھے اور فیصل آباد میں کرکٹ میچ ہو رہا تھا ۔

۸ تا ۱۰ دسمبر ماڈل نوالہ ہائی سکول کی گراؤنڈ میں کیمپ لگایا گیا ، اسی دوران فیصل آباد کی تنظیم نے ایک ٹینٹ مزید خریدا جس کے لئے ہم جناب ملک احسان الٰہی صاحب کے ممنونِ احسان ہیں بعد نمازِ مغرب روزانہ درس قرآن مجید کے ذریعہ دعوت تنظیم اور اسلامی انقلاب کے مراحل زیرِ بحث رہے ۔ نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ کے طلبار اور قرب وجوار کے حضرات تشریف لاتے رہے ۔ انجینئرنگ کالج کے طلبار کے ہاسٹل میں سوال وجواب کی ایک نشست اور ویڈیو کیسٹ کے ذریعے سورۃ الحدید کا درس ہوا ۔ جن میں حاضری ۲۳ - ۲۴ تھی ۔

ماڈل نوالہ ہائی سکول کے طلبار سے صبح کی اسمبلی کے اوقات کے دوران تین دن تک "بندگیٔ رب ۔ قرآن مجید کے حقوق اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" پر تقریر کا موقع ملا ۔

۹ دسمبر کو مختلف حلقوں کے امرار ۔ نائب امرار اور قیمو ں کی ماہانہ میٹنگ میں پچھلے ماہ کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ کے لئے تجاویز اور مشوروں پر گفتگو ہوئی ۔ حلقۂ لاہور ۔ جنوبی پنجاب ۔ سندھ اور وسطی پنجاب کے علاوہ مرکز سے چوہدری غلام محمد صاحب اور میاں محمد نعیم صاحب بھی دیگر کچھ ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے ۔ اسلام آباد سے جناب غلام مرتضیٰ صاحب نے ۵ دسمبر تا ۱۰ دسمبر کیمپ میں شرکت کی ۔

۱۱ دسمبر تا ۱۲ دسمبر کیمپ نگینہ چوک نزد غلام محمد آباد میں لگایا گیا ۔ حسب معمول بعد نماز مغرب دروس قرآن مجید ہوتے رہے اور صبح کے اوقات میں آنے والے حضرات سے ملاقاتیں اور تنظیم کے تعارف کے پروگرام جاری رہے ۔ ان دنوں میں بھی جمعہ کے موقعہ پر مختلف مساجد میں پروگرام اور تعارفی نشور تقسیم کئے گئے ۔ دروس میں شامل ہونے والے اور تنظیم کے بارے میں تعارف حاصل کرنے والے افراد کی تعداد ۱۰۰ ۔ ۱۲۰ تک رہی ۔ یہاں بھی دو مساجد میں درس قرآن مجید کے مواقع ملے ۔ ان تمام دنوں میں رفقار نے بھرپور شرکت کی اور اکثر راتیں کیمپ میں گزاریں ۔

فیصل آباد کے پروگرام کے دوران ۶ حضرات نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور اس طرح بحمداللہ فیصل آباد میں رفقار کی تعداد اب ۳۶ تک پہنچ گئی ہے ۔ اس تعداد کے مدنظر فیصل آباد میں رفقار کو پانچ اسروں میں تقسیم کر دیا گیا ہے ۔ تاکہ رابطہ میں آسانی ہو اور دعوتی کام کو آگے بڑھایا جا سکے ۔

رحمت اللہ بٹر

قیم حلقہ وسطی پنجاب

حلقہ لاہور کی دعوتی وتنظیمی سرگرمیاں

حلقہ لاہور کی تشکیل چند ماہ قبل عمل میں آئی تھی۔ اس کے بعد سے وسط نومبر تک لاہور میں معمول کے دروس ہائے قرآن کے پروگرام ہوتے رہے اور کوئی خصوصی دعوتی پروگرام ترتیب نہیں دیا جا سکا۔ ۱۴ر نومبر کو امیر تنظیم اسلامی نے لاہور کے تمام رفقاء کا ایک اجتماع قرآن اکیڈمی میں بلایا اور ایک کریش دعوتی پروگرام کا نقشہ رفقاء کے سامنے رکھا۔ امیر تنظیم نے رفقاء کو آگاہ کیا کہ وہ ایک ماہ کے لیے بیرون ملک دعوتی دَورے پر تشریف لے جا رہے ہیں، اور ان کی خواہش ہے کہ اس دَوران بھرپور دعوتی کام ہونا چاہیے۔ اس خصوصی پروگرام کے لیے ۶۲ رفقاء نے اپنے نام پیش کیے۔

امیرِ محترم کی ہدایت کے مطابق فوراً اگلے ہی روز لاہور کے امراء کا اجلاس بلایا گیا اور اس میں مندرجہ ذیل فیصلے کئے گئے۔

(i) ۱۹ر نومبر سے دسمبر کے آخر تک ہر جمعرات، جمعہ اور ہفتہ لاہور اور بیرونِ لاہور ایک کیمپ لگانے کا فیصلہ ہوا۔ اور اس میں لاہور کے ایک امیر کی شمولیت لازمی قرار دے دی گئی۔

(ii) دروسِ قرآن کے حلقے علیٰ حالہٖ چلتے رہیں گے۔

(iii) لاہور کی پانچ تنظیموں میں سے باقی تنظیمیں اسرہ جاتی سطح پر مذاکرے کے پروگرام کریں گی۔

کیمپ پروگراموں کے لئے مرکز سے حلقہ لاہور کے لئے دس ہزار روپے کی گرانٹ دی گئی جس میں سے دو خیمے اور ضرورت کا دوسرا سامان خریدا گیا۔

پہلا پروگرام : ۱۹، ۲۰، ۲۱ نومبر

کیمپ کا پروگرام غربی تنظیم کے امیر کے زیرِ اہتمام فیروز والا میں منعقد ہوا۔

۱۹ر نومبر بروز جمعرات بعد نماز عصر تقریباً ۱۷ رفقاء گڑھی شاہو سے فیروز والا روانہ ہوئے۔ مغرب سے عشاء تک کا وقت کیمپ نصب کرنے میں صرف ہوا۔ عشاء سے کچھ پہلے اور بعد کا وقت مشورے، کھانے اور تہجد کے فضائل میں صرف ہوا۔ ۹ بجے رفقاء کی ڈیوٹیاں لگانے کے بعد اجتماعی پروگرام ختم کر دیا گیا۔

۲۰ر نومبر: پروگرام کے مطابق رفقاء کو صبح ۴ بجے جگایا گیا۔ ۵ بجے تک کا پروگرام انفرادی

نوافل کے لئے دیا گیا۔ ۵ بجے کے بعد نمازِ فجر تک چھوٹے گروپوں میں تعلیمی پروگرام ہوا۔ نمازِ فجر کے بعد درسِ حدیث ہوا۔

اگلا اجتماعی پروگرام ناشتہ کے بعد ۹ بجے شروع ہوا۔ ۹ تا ۳۰-۱۱ بجے مذاکرہ ہوا۔ رفقاء کے علاوہ تقریباً ۱۰ دیگر اصحاب نے شرکت کی۔ ۳۰-۱۱ بجے تا ایک بجے تک پی بورڈ مہم ہوئی جس میں "انقلابی جدوجہد" والا ہینڈبل تقسیم کیا گیا اور مغرب کے بعد کے ویڈیو کیسٹ کے پروگرام کی دعوت دی گئی۔ نمازِ جمعہ کے وقت مختلف مساجد میں رفقاء نے ہینڈبل تقسیم کئے (اس کے اوپر نمازِ مغرب کے بعد کے پروگرام کا وقت اور جگہ کا اندراج موجود تھا۔) اور جہاں ممکن ہوا اعلان بھی کروایا گیا۔ عصر تا مغرب کا وقت اجتماعی پروگرام کے انتظامات میں صرف ہوا۔

نمازِ مغرب کے بعد کیمپ کے باہر خالی جگہ پر امیرِ محترم کا سورۂ الحدید کے درسِ قرآن کا ویڈیو کیسٹ دکھایا گیا (آیت ۱ تا ۲۵)۔ ویڈیو کیسٹ کے پروگرام میں ۵۰ رفقاء سمیت تقریباً ۷۰ افراد شریک ہوئے۔

نمازِ عشاء کے بعد کھانے اور اگلے دن کے پروگرام کے بارے میں مشورے کے بعد منتخب نصاب والی حدیث حضرت معاذ ابنِ جبل پڑھ کر سنائی گئی۔

۱۲ نومبر کا پروگرام بھی ۲ تبدیلیوں کے علاوہ گذشتہ روز جیسا ہی رہا۔

یہ دو تبدیلیاں، ایک تو نمازِ عصر کے بعد انفرادی رابطہ کے گروپ بنائے گئے۔ اور دوسری تبدیلی یہ تھی کہ مغرب کے بعد ویڈیو کیسٹ کی بجائے "دین کے جامع تصور" پر بھائی عبدالرزاق کا خطاب ہوا۔ شرکاء کی تعداد رفقاء سمیت تقریباً ۷۰ رہی۔

نمازِ عشاء کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

مذاکرے : (جمعرات ۱۹ نومبر)

اسرہ صدر	۷½ بجے سے ۹ بجے رات	شرکاء کی تعداد ۷
اسرہ علامہ اقبال ٹاؤن	۲½ گھنٹے جاری رہا	〃 〃 ۲۰
اسرہ کینٹ	۷½ بجے سے ۱۰ بجے تک	〃 〃 ۲۰

وسطی تنظیم کے علاوہ ۲ روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام ہوا (یہ پروگرام کرلش پروگرام کے علاوہ مقامی طور پر پہلے سے طے پایا تھا۔ جس کو حسبِ مشورہ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا)۔

اس پروگرام میں کل ۲۰ رفقاء نے شرکت کی جن میں سے ۹ مکمل پروگرام میں شریک رہے اور ۱۱ جزوقتی تھے۔ یہ پروگرام اندرون لوہاری گیٹ ایک مسجد میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے تحت ۸ افراد نے بیعت فارم پُر کر کے دیئے اور ان نئے رفقاء کے ساتھ ۲ پرانے رفقاء شامل کر کے ایک نئے اسرے کی تشکیل کی گئی۔

اس دو روزہ پروگرام میں بعد نماز فجر درس۔ دعوتی گشت قبل از دوپہر۔ بعد نماز عصر، ۳۰ ویں پارے کی کچھ سورتوں کا ترجمہ مع مختصر تشریح اور بعد نماز مغرب خطاب عام ہوا۔ شرکاء کی کل تعداد معلوم نہیں ہو سکی (تقریباً ۳۰ رفقاء کے علاوہ)

دوسرا پروگرام (۲۶، ۲۷، ۲۸ نومبر)

کیمپ کا پروگرام شرقی تنظیم کے امیر عبدالرزاق صاحب کے زیر اہتمام والٹن میں منعقد ہوا اس پروگرام کے لئے اسرہ والٹن نے کافی محنت کی اور پروگرام سے چار روز قبل ہی ہینڈ بل چھاپ کر اپنی مہم کا آغاز کر دیا

یہ کیمپ مین روڈ سے بالکل قریب ایک رفیق کے گھر کے قریب خالی جگہ پر لگایا گیا۔ کچھ رفقاء ظہر کے بعد ہی پہنچ گئے اور کیمپ عصر سے قبل ہی لگا دیا گیا۔ گڑھی شاہو سے تقریباً ۱۱ رفقاء مغرب کے وقت کیمپ کی جگہ پہنچ گئے۔ اسرہ والٹن کے تمام رفقاء نے بھی کل وقتی شرکت کی۔ نماز مغرب کے بعد مذاکرہ کا پروگرام ہوا جو نماز عشاء کے لئے وقفہ کے بعد بھی جاری رہا۔ رات مشورے، کھانے اور شمائل ترمذی کے مطالعے کے بعد رات کے لئے رفقاء کی ڈیوٹیاں لگائی گئیں۔

۲۷ نومبر: صبح نماز فجر سے قبل حسب پروگرام انفرادی و اجتماعی پروگرام۔ نماز فجر کے بعد درس حدیث کیمپ میں ہوا۔

ناشتے کے بعد ۹ بجے دوبارہ مذاکرہ ہوا جو ۱۲ بجے تک جاری رہا۔ رات اور صبح مذاکرے کے پروگرام میں رفقاء کے علاوہ تقریباً ۱۵ دیگر احباب نے شرکت کی۔ مذاکرے کے بعد تنظیم میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ ۵ احباب نے اپنے نام لکھائے۔

نماز جمعہ رفقاء نے مختلف مساجد میں ادا کی اور رات کے پروگرام میں شرکت کے لئے ٹی بورڈ کے ذریعے دعوت دی۔ مغرب کے بعد سورۃ الحدید کا کیسٹ دکھایا گیا۔ شرکاء کی کل تعداد تقریباً

۸۰ تھی ۔ نمازِ عشاء کے بعد سوال و جواب کی نشست رکھی گئی ۔

اگلے روز صبح کے پروگرام میں مذاکرے کی بجائے سورۃ العصر کو بیان کرنے کی رفقاء کو فرداً فرداً مشق کرائی گئی ۔ یہ پروگرام ۳۰-۱۱ بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد گشت کا پروگرام ہوا۔ جس میں رات کے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

عصر کے بعد نمازِ مغرب تک دوبارہ گشت ہوا۔ مغرب کے بعد ڈاکٹر عارف رشید کا خطاب ہوا اور عشاء کی نماز کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ خطاب میں شرکاء کی کل تعداد ۵۰ اور ۶۰ کے درمیان تھی ۔

مذاکرے

جمعہ ۲۷/۱۱/۸۸	اسرہ اسلام پورہ	صبح کے وقت	شرکاء کی کل تعداد	۲۰
جمعرات ۲۶/۱۱/۸۸	اسرہ مصطفیٰ آباد	شام کے وقت	" " " "	۳۰

تیسرا پروگرام (۳، ۴، ۵ دسمبر)

حلقہ لاہور کا یہ پروگرام قصور میں منعقد ہوا۔ اس کے لئے میجر فتح اور میاں نوید صاحبان نے جگہ کے تعین کے لئے ۳۰ نومبر کو قصور کا دورہ کیا۔ اس کیمپ کے لئے امارت کی ذمہ داری میجر فتح کے سپرد کی گئی۔ نائب امیر کے طور پر دہلی تنظیم کے امیر شیخ حفیظ ساتھ تھے ۔

۳ دسمبر بروز جمعرات گڑھی شاہو سے ۲۰ رفقاء کا قافلہ تقریباً پونے پانچ بجے روانہ ہوا۔ یہ قافلہ تنظیم کی گاڑی، میجر احسن رؤف صاحب کی پک اپ اور شاہد احمد عبداللہ صاحب کی کار پر مشتمل تھا۔ ۷ رفقاء بس کے ذریعے قصور روانہ ہوئے ۔

یہ پورا قافلہ تقریباً پونے سات بجے مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔ خیمے کی تنصیب وغیرہ کے بعد نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ سیرتِ صحابہ کے مطالعہ کے بعد کھانا اور سونے سے پہلے مشورے اور ڈیوٹیاں لگانے کا مرحلہ طے کیا گیا۔

۴ دسمبر: حسب سابق پروگراموں کے مطابق فجر سے قبل انفرادی اور اجتماعی پروگرام ہوا۔ نمازِ فجر کے بعد درسِ حدیث ہوا۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد ۹ بجے تا ۳۰-۱۱ بجے تک مذاکرے کا پروگرام ہوا جس میں صرف رفقاء تنظیم نے شرکت کی۔ آدھ گھنٹے کے وقفے کے بعد رفقاء کو ۹

مختلف مساجد میں شام کے پروگرام کی تشہیر کے لئے بھیجا گیا۔ یہ تشہیر بذریعہ ٹی بورڈ کی گئی۔ عصر تا مغرب نزدیکی آبادی میں یاد دہانی کے لئے گشت کیا گیا۔ رفقاء کے ایک گروپ نے ہال میں پروگرام دکھانے کے لئے انتظامات کو آخری شکل دی۔ یہ ہال ہمیں انجمن اسلامیہ قصور کے تعاون سے حاصل ہوا۔ اس پروگرام میں کل ۵۰ احباب نے شرکت کی۔ یہ پروگرام ویڈیو کیسٹ کی طوالت کے باعث کامیاب نہ ہوا۔

۵ دسمبر : ۵ دسمبر کے پروگرام میں ۲ تبدیلیاں کی گئیں۔ نماز ظہر سے پہلے مذاکرے میں رفقاء سے جامع تصور پر بات کرنے کی فرداً فرداً امنٹ کے لئے مشق کرائی گئی اور ٹی بورڈ مہم چلائی گئی۔ نماز عصر کے بعد قریبی علاقوں میں یاد دہانی کے لئے گشت کیا گیا۔

خطاب ایک اہلِ حدیث مسجد میں رکھا گیا تھا لیکن چند متعصب اور متشدد نمازیوں کی طرف سے مخالفت کی وجہ سے یہ پروگرام نہ ہو سکا۔ اور رفقاء وہاں سے بغیر کسی کشیدگی پیدا کئے واپس لوٹ آئے۔ نماز عشاء کے بعد لاہور واپسی ہو گئی۔ قصور میں ۴ احباب تنظیم میں شامل ہوئے۔

مذاکرے

۴ دسمبر جمعہ — اُسرہ ٹاؤن شپ — نماز مغرب سے پونے دس بجے تک — شرکاء کی کل تعداد ۱۲

اس کے علاوہ اسرہ کی سطح پر ویڈیو کیسٹ دکھانے کا پروگرام ۲ اسروں میں منعقد ہوا۔

کیمپ پروگراموں میں کھانے اور سفر کے اخراجات رفقاء نے خود برداشت کئے۔ اس کے علاوہ اکثر مقامات پر رفقاء نے خود کھانا تیار کیا۔ ٹی بورڈوں پر اعلانات کے لئے پوسٹر بھی خود تیار کئے۔ یہ خصوصی اہتمام بھی کیا گیا کہ سفر کے دوران گپ شپ کی بجائے رفقاء سیکھنے سکھانے کا عمل جاری رکھیں۔

(مرتب ، ڈاکٹر عبدالخالق)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

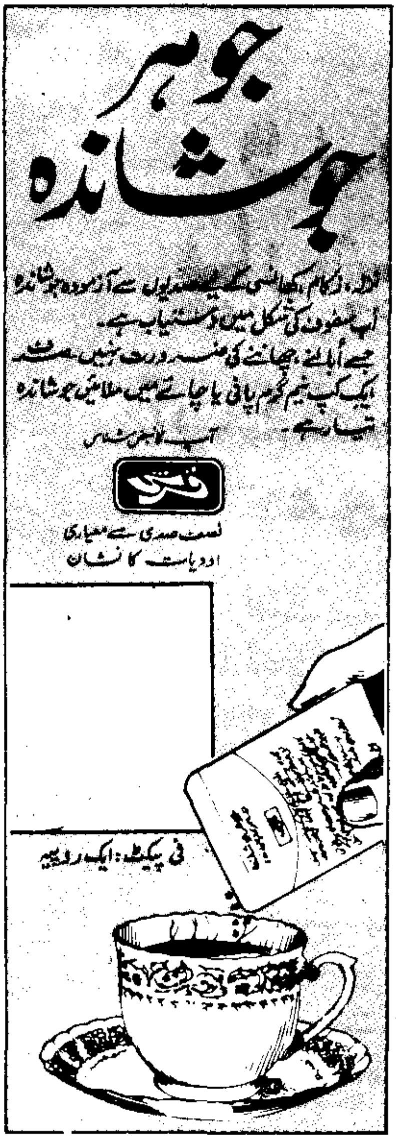
جوہر
جوشاندہ
نزلہ، زکام، کھانسی کی تکلیفوں سے آزمودہ جوشاندہ
اب سفوف کی شکل میں دستیاب ہے۔
جسے اُبالنے، چھاننے کی ضرورت نہیں صرف
ایک کپ نیم گرم پانی یا چائے میں ملائیں جوشاندہ
تیار ہے۔
آپ کا نبض شناس
ہمدرد
نصف صدی سے معیاری
ادویات کا نشان
فی پیکٹ: ایک روپیہ

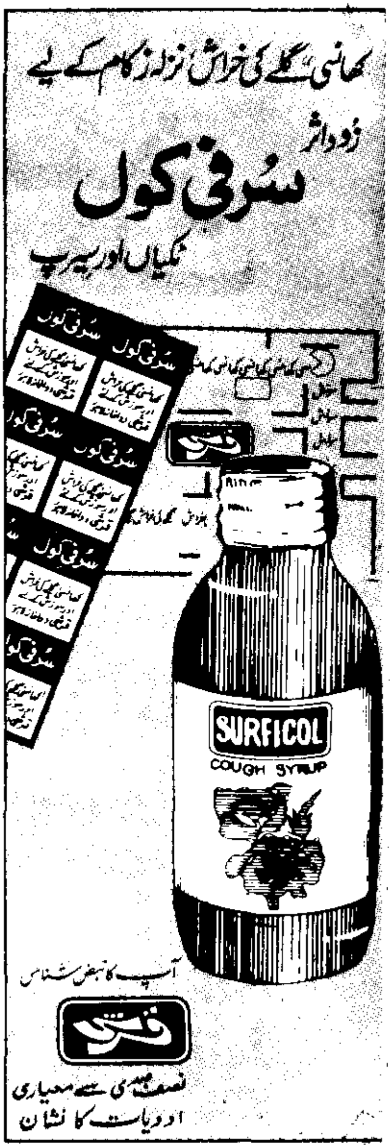
کھانسی، گلے کی خراش، نزلہ زکام کے لیے
زود اثر
سُرفی کول
ٹکیاں اور سیرپ
SURFICOL
COUGH SYRUP
آپ کا نبض شناس
ہمدرد
نصف صدی سے معیاری
ادویات کا نشان

افکار و آراء

تعدّدِ ازدواج اور پاکستان ٹیلی ویژن

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلامُ علیکم۔ میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے متعلقہ حکام کی توجہ ایک نہایت ہی اہم معاشرتی مسئلے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

آج کل ٹیلیویژن پر ایک سیریل ڈرامہ "فاصلے" دکھایا جارہا ہے۔ جس کا موضوع دوسری شادی ہے۔ اس ڈرامے کا مقصد یہ نظر آرہا ہے کہ دوسری شادی مردوں کی طرف سے عورتوں پر ایک نہایت ہی ظالمانہ فعل بنا کر دکھایا جائے۔

دوسری شادی اسلامی معاشرے میں نہ صرف یہ کہ شجر ممنوعہ نہیں بلکہ شرعی طور پر جائز' ایک ضرورت اور کئی ایک مسائل کا ٹھوس حل ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں کو چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان شادیوں پر اگر کوئی پابندی ہے تو وہ یہ کہ تمام بیویوں میں انصاف روا رکھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بیوی کو تو سر پر اٹھالیا جائے اور دوسری کو بالکل نظرانداز کر دیا جائے اس کے علاوہ اور کسی قسم کی شرط یا پابندی مثلاً عمر' طلاق یافتگی' بیوگی یا معذوری وغیرہ کی قید نہیں 'لیکن اگر اس اجازت کو اسوہ رسولؐ کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کنواری تھیں۔ باقی تمام ازواج یا تو بیوہ تھیں یا طلاق یافتہ۔ اس طرح اسوہ رسولؐ کی شکل میں ہمیں ٹھکرائی ہوئی' بے بس اور لاچار عورتوں کو اپنانے کی ترغیب ملتی ہے۔ اور یہ ایک اہم معاشرتی مسئلے کا حل ہے۔ زمانہ امن میں بھی اور زمانہ جنگ میں بھی۔

ذرا سروے کروا کر دیکھئے۔ ہر دس ۱۰ میں (یا شاید اس سے بھی کم) گھر میں آپ کو ایک ایسی دکھی عورت ملے گی جو بیوہ ہو گی' طلاق یافتہ ہو گی' معذور ہو گی یا پھر بڑی عمر کی کنواری ہو گی جو جہیز نہ ہونے یا کوئی تہمت لگ جانے کی وجہ سے بیٹھی ہو گی۔ اور اکثر اوقات ایسی عورتیں ایسے ہی بیٹھی بیٹھی جذبات کی آگ میں جلتے جلتے جان دے دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کو پہلی بیوی کی حیثیت سے نہ سہی دوسری بیوی کی حیثیت سے بھی کوئی اپنانے کیلئے تیار نہیں۔ یہ تو مسئلے کا

صرف ایک پہلو ہے۔ پھر ذرا معاشرے میں ان بد قسمت عورتوں کا استحصال اور ان سے جنم لینے والے مسائل و جرائم کا جائزہ لیں تو مسئلہ کئی گنا گھمبیر ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف ایسے مردوں کا جائزہ لیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مالی خوش حالی بخشی ہے بلکہ بڑھی ہوئی جسمانی یعنی جنسی قوت بھی دی ہے۔ تو ان میں سے ایک بڑا طائفہ آپ کو ایسا ملے گا۔ جو ان دونوں نعمتوں کو گناہ کے راستے پر صرف کر رہا ہے۔ ایسے مرد گھر سے باہر کئی کئی عورتوں سے بیک وقت تعلقات رکھتے ہیں' اور بعض تو مستقل داشتائیں رکھتے ہیں جن کو معقول ماہانہ معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح وہ نہ صرف بے شمار مسائل جرائم (مثلاً اغوا' عصمت فروشی' بردہ فروشی' منشیات وغیرہ وغیرہ) کو جنم دیتے ہیں۔ بلکہ گھر سے لاپرواہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات ان کی اپنی عزت بھی محفوظ نہیں رہتی۔ اس طرح معاشرہ لاتعداد مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ تعدد ازواج (یعنی ایک سے زیادہ شادیاں) ایسے تمام مسائل کا ٹھوس حل ہے۔

بشرطیکہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنا اس عمل کا اصل محرک ہو۔

اسلام کی نام لیوا اس حکومت میں ضرورت تو اس امر کی تھی کہ ذرائع ابلاغ خاص کر ریڈیو' ٹیلیویژن (جو کہ مکمل طور پر اسکی دسترس میں ہیں) کو اس معاملے میں لوگوں کی نفسیات کو جو کہ دوسرے غیر مذاہب خاص کر ہندو معاشرے سے بے حد متاثر ہے کو بدل کر سیدھے راستہ پر ڈالا جاتا الٹا ان ذرائع سے اسلامی نظریات کی (نعوذ باللہ) بیخ کنی کا کام لیا جا رہا ہے اسلامی شعائر کو دہریہ' ترقی پسند' اور مغربیت پسند "دانش ور" مٹانے کے درپے ہیں۔ عوام کو تفریح مہیا کرنے کی آڑ میں ان کو سوائے محبت کے اور کوئی موضوع نہیں ملتا۔ اور اس طرح وہ اپنے نظریات کا کھلے عام پرچار کرتے ہیں۔ اور حکومت نے نہ صرف ایسے "دانشوروں" کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی مؤثر پشت پناہی بھی اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ حالانکہ ان ہی ذرائع ابلاغ سے بے شمار اسلامی موضوعات کی تبلیغ و تحریک کیلئے دلچسپ ڈرامے لکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ماں کی ممتا' والدین کا احترام' بھائی کی قربانی' تاجر کی ایمان داری' ہمسایوں کے حقوق' استاد کا احترام' یتیم کی مدد و دل جوئی' وغیرہ موضوعات کی نہ ختم ہونے والی لسٹ ہے جس پر دلچسپ ڈرامے لکھے اور فلمائے جاسکتے ہیں۔ لیکن ان موضوعات پر

کسی "دانش ور" کا قلم نہیں اٹھتا۔

کیا ارباب اقتدار میں کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہے جو اس طرف توجہ دے اور ذرائع ابلاغ پر قابض مذکورہ "دانشوروں" اور ان کے سرپرستوں کو لگام دے۔ یقیناً راقم اس بارے میں مایوس نہیں۔

خیر اندیش۔

کرم الٰہی انصاری ۱۰/۶ صدیق سٹریٹ، ساہیوال

نفاذِ شریعت کے علمبرداروں کے نام

قومی اسمبلی اور سینٹ میں پیش کیا جانے والا پرائیویٹ شریعت بل سرد خانے میں چلا گیا برسر اقتدار پارٹی کے ایک وزیر کے بقول انہوں نے شریعت بل کے غبارے سے ہوا نکال دی اس طرح نفاذ شریعت کے لئے اٹھنے والی ایک اور تحریک اپنے انجام کو پہنچ گئی اب خواہ شریعت محاذ والے ہزار دعوے کریں کہ وہ حکومت کو شریعت بل منظور کرنے پر مجبور کر دیں گے یا حکومت یہ دعویٰ کرے کہ وہ شریعت کے نفاذ میں مخلص ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور شریعت کو ایک بار پھر رسوا کر دیا گیا ہے اور اس معاملے میں دین کے نام لیوا تمام طبقوں اور برسر اقتدار گروہ کے اخلاص کی حقیقت ایک بار پھر آشکارا ہو گئی ہے۔

جب شریعت بل پیش کیا گیا اس وقت اگرچہ واضح طور پر نہیں کہا جا سکتا تھا کہ حکومت اس بل کا کیا حشر کرے گی ممکن ہے کہ شروع شروع میں حکومتی حلقوں اور اسلام سے بیزار طبقے میں اس بل کی وجہ سے تھوڑی بہت کھلبلی مچی ہو لیکن پیشتر اس کے کہ برسر اقتدار گروہ اور اسلام دشمن قوتیں اس کے خلاف میدان عمل میں آتیں آئین شریعت کی باتیں کرنے والے نظام مصطفیٰؐ کے نعرے لگانے والے قرآن و سنت کا نظام بپا کرنے کا دعویٰ کرنے والے بڑے بڑے رہنماء اور اہل جبہ و قبہ اس بل کے خلاف سینہ سپر ہو گئے ایک لیڈر نے کہا کہ یہ بل ہمارے کارکنان کی لاشوں سے گزر کر ہی پاس ہو سکتا ہے کسی نے کہا یہ اپنی موت آپ مر جائے گا کسی نے کہا کہ ملک میں حقیقی جمہوریت نافذ ہو جائے تو خود بخود شریعت کا راستہ ہموار ہو

جائے گا کسی نے بل پیش کرنے والوں کو ایک شخص کا ایجنٹ قرار دیا اور کسی نے کہا کہ یہ ایک غیر قانونی حکومت کو قانونی شکل دینے کی کوشش ہے پھر مختلف فرقوں نے کہا یہ ہمارے مسلک سے ٹکراتا ہے المختصر شریعت کے علمبردار خود شریعت بل کے خلاف صف آرا ہو گئے ایسی صورت میں سب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ بل کبھی پاس نہ ہو سکے گا اب حکومت کے لئے گھبرانے کی کوئی بات نہ تھی اسلام دشمن قوتوں کو کسی فکر کی ضرورت نہ تھی الحاد پسند سیکولر یا مغرب زدہ طبقے کے لئے پریشانی کی کوئی وجہ نہ تھی مغرب پسند خواتین کو کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہ تھی یہ تمام طبقے الام کے نام لیواؤں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء دیکھ کر ہنستے رہے حتیٰ کہ شریعت بل کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔

بہت سے لوگ یہ دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ اس ملک میں اسلام نافذ ہو ہی نہیں سکتا ان لوگوں کے بقول یہاں پر موجود بے شمار فرقے اور مسالک کسی ایک شریعت پر متفق ہو ہی نہیں سکتے جب بھی شریعت کی تشریح اور نفاذ کا مسئلہ آئے گا مختلف فرقوں کے علماء ایک دوسرے کے خلاف توپوں کے دھانے کھول دیں گے شریعت بل کے حشر نے آج اس دعویٰ کو ایک اٹل حقیقت کی طرح ثابت کر دیا ہے واقعی اسلام کی راہ میں سب سے پہلی اور سب سے بڑی رکاوٹ مختلف فرقوں اور مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء اور دینی جماعتیں ہیں جو اس ملک میں کمیونزم سیکولرازم شیاطینی نظام یا موجودہ خلاف اسلام نظام کو قبول کرنے کو تو تیار ہیں لیکن کسی ایسے اسلام کو برداشت نہیں کر سکتے جو ان کے اپنے فرقے یا مسلک سے ذرا بھی مختلف ہو یا جس میں کسی دوسرے فرقے یا جماعت کی برتری ظاہر ہوتی ہو۔ جب ایسا ہے تو پھر ایسے تمام لوگوں کو چاہئے کہ وہ اسلامی نظام اور نفاذ شریعت کی باتیں کرنا چھوڑ دیں اور یوں اسلام کو مزید رسوا ہونے سے بچالیں۔ متحدہ شریعت محاذ سے تعلق رکھنے والے ممبران قومی اسمبلی و سینٹ اگر شریعت کے نفاذ کے معاملے میں مخلص ہیں تو وہ اس اسمبلی کی سیٹوں سے استعفیٰ کیوں نہیں دیتے جہاں شریعت کی کوئی شنوائی نہیں ہے؟

ڈاکٹر فرخ شہزاد

اے۔ ۹۰/۸ ایف بی ایریا کراچی۔ ۳۸

دین میں ظواہر کی اہمیّت

آپ کے عرض احوال میں بات چلی دین میں ظواہر پرستی کی..... کہا گیا تھا کہ بعض دینی حلقوں میں دینداری کے ظاہری خدوخال کو خواہ مخواہ کی اہمیت دی جارہی ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ دین میں "غلو" نہیں ہونا چاہئے تو بات اور ہوتی۔ لیکن پتہ نہیں بعض حلقے اس حد تک احساس کمتری کے شکار کیوں ہو جاتے ہیں کہ شعائر اسلام کی اہمیت سے غافل ہیں بلکہ ان کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں اور اس مخالفت کو بھی دینی خدمت سمجھتے ہیں' یہ غالباً دور غلامی کے اثرات بد تھے جو باقیات السئیات کے طور پر ہمارے خمیر میں شامل ہو گئے ہیں۔

ذرا ملاحظہ کیجئے' دور غلامی میں ہمارے انگریز حکمراں مذہباً عیسائی تھے۔ صلیب کا نشان عیسائیوں کے یہاں مقدس ہے مرنے کے بعد بھی قبر پر صلیب بطور تختی لگی ہوتی ہے۔ زندگی میں وہ گلے میں ایک ڈوری کا پھندہ باندھ کے رکھتے ہیں کہ ان کے عقیدے کے مطابق باعث برکت ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہندو اپنے گلے میں جنیوڑا لتا ہے۔

اب اس پھندے کو خوبصورت بنانے کیلئے اس پر "بو" لگائی گئی اور بعد کو اس کی شکل نیکٹائی (Neck - tie) کی ہو گئی۔ جو آج بھی نہ صرف برصغیر میں بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں بطور آرائش استعمال ہو رہی ہے۔ عیسائیوں کے یہاں تو' ان کے عقیدے سے متعلق ہے اور متبرک ہے۔ اوروں کے یہاں محض اندھی تقلید۔ یوں کہ انگریز صاحب بہادر اسے زیب تن کرتا ہے تو ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ایک فضول سی کپڑے کی کتر گلے میں لٹکانے کے خلاف کسی کا قلم نہیں اٹھتا۔ کسی کی زبان نہیں کھلتی اور شرعی داڑھی مونچھ رکھنے کو فوراً تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا کہ یہ کیا دقیانوسیت ہے۔

انگریزی میڈیم سکول' جنہیں پہلے انگریز چلاتے تھے۔ ان میں داخلہ مشکل سے ملتا ہے۔ پہلے نام درج کروالیجئے تب مشکل سے سیٹ ملے گی۔ لیکن اس کی یونیفارم بھی ضروری ہے اور اس یونیفارم کا لازمی جزو' عقیدہ عیسائیت میں متبرک گلے کا پھندہ' یعنی نیکٹائی (Neck - tie) ہے۔ اور اب تو اس نیکٹائی کو متبرک سے کچھ زیادہ ہی سمجھا جانے لگا۔

کیونکہ جو ٹائی لگائے وہ "سمارٹ" ہی نہیں عاقل و فہیم اور کھاتے پیتے گھرانے سے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ اور بعض اعلیٰ مناصب کے عہدہ داروں کیلئے ٹائی باندھنا فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ دور غلامی کا یہ طوق گردن میں پڑا تو اسلام کا طوق گردن سے اتر کر گر گیا۔ یہ ہے شدت کسر نفسی کی اور احساس کہتری کی۔ شعائر اسلام کا مذاق بلکہ توہین' پردہ دار خواتین کو دقیانوسیت' جہالت اور غلامی سے اور پتہ نہیں کن کن خطابات سے نوازنا علمی ترقی میں شمار ہوتا ہے۔

جو لوگ عقیدۃً مسلمان ہیں۔ ان کے لئے اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا حکم ماننا فرض اور نہ ماننا کفر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس بات کا حکم دیں اسے ماننا۔ (اور بلاچون وچرا ماننا ہی ایمان کی علامت ہے' صرف چون وچرا بھی ایمان کی سرحد سے باہر کر دیتا ہے) اور جس بات سے آپ منع فرمائیں اس سے باز رہنا' ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے۔ شعائر اسلام کے بارے میں متفق علیہ حدیثِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سن لیجئے کہ آپ نے کیا حکم دیا ("امر بالمعروف") اور کس بات سے منع فرمایا (نہی عن المنکر)

قصوا الشوارب واعفوا اللحی

"مونچھیں کترواؤ اور داڑھی (نہ کترواؤ بلکہ یونہی) رہنے دو۔" اور یہ حکم ہماری پہچان ہے' یعنی شعائر اسلام میں سے متعلق ہے جس کا ہم آئے دن مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا!
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اب اس نیم مردہ سنت کو زندہ کرنے کا ثواب بھی لیجئے...... سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ انشاء اللہ

عبدالخالق عبدالتواب' لاہور

عَنِ الحَارِثِ الاشعری، قَالَ، قَالَ رسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسلَّمَ،
"اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ
بالجَمَاعَۃِ والسَّمْعِ والطَّاعَۃِ والھِجْرَۃِ والجِھَادِ فِی سَبِیلِ اللہِ"
(مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ مسند احمد و جامع ترمذی)

پیلو کی بازیافت
Hamd
PEELU TOO
مِسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
پیلو کے مؤثر اور مجرّب اجزاء پر مشتمل ایک مکمل طبّی ٹوتھ پیسٹ پیش کر کے ہمدرد نے
حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کر لی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔
ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرّب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع
فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں
کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
Hamdard
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف مسوڑھے مضبوط، دانت صاف
ہمدرد
آداز اخلاق
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
Adarts-HTP-3/85

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو

Seiko
BRAKE + CLUTCH LINING

میسی فرگوسن ٹریکٹر کے ہر ماڈل پرزہ جات کے ہول سیل ڈیلر

S SEIKO سٹاکسٹ: طارق آٹوز ۱۳۔ نظام آٹو مارکیٹ بادامی باغ لاہور۔ فون : ۲۰۰۹۶۰

ہر قسم کے بال بیرنگز کے مراکز

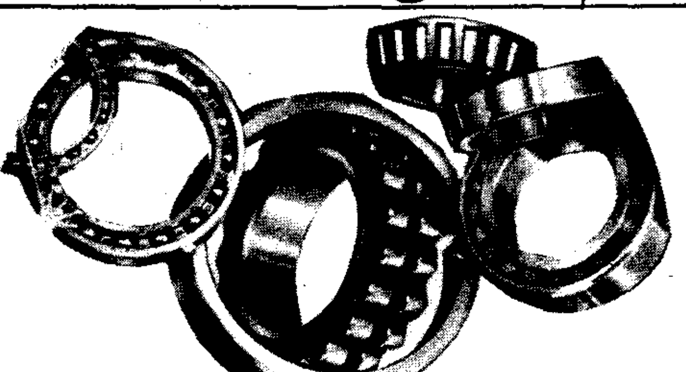

سندھ بیرنگ ایجنسی، ۶۵ منظور اسکوائر پلازہ کوارٹرز کراچی۔ فون ۷۲۳۳۵۸ / ۷۲۱۱۷۲

خالد ٹریڈرز۔ بالمقابل کے۔ایم۔سی ورکشاپ نشتر روڈ کراچی

فون: ۷۳۵۸۸۳ / ۷۳۲۹۵۲ / ۷۳۰۵۹۵

حدیثِ نبوی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ -

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اُس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا)، روزہ عرض کریگا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اسکے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اسکو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوندا! آج اسکے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اُس بندہ کے حق میں قبول کی جائیگی (اور اس کیلئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائیگا

عطیہ اشتہار
رفیع میڈیکل سٹور - ۴ اے مزنگ روڈ، لاہور فون ۲۱۲۹۳

بیسویں صدی عیسوی

میں صنم کدۂ ہند میں "احیائے اسلام" کی کوششوں پر ایک اہم تاریخی دستاویز

جماعتِ شیخ الہندؒ اور تنظیمِ اسلامی

- ابوالکلامؒ امام الہند کیوں نہ بن سکے — ؟
- 'حزب اللہ' اور 'دارالارشاد' قائم کرنے کے منصوبے بنانے والا "عبقریِ وقت" کانگرس کی نذر کیوں ہوگیا!
- احیائے دین اور احیائے علم کی تحریکوں سے علماء کی بدظنی کیوں ؟
- کیا "اقامتِ دین" کی جدوجہد ہمارے دینی فرائض میں شامل ہے !
- حضرت شیخ الہندؒ کیا کیا حسرتیں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ؟
- علماء کرام اب بھی 'متحد' ہو جائیں تو

'اسلامی انقلاب' کی منزل دور نہیں !

❖ فرائض دینی کا جامع تصور ❖ رجم ❖ عورت کی دیت ، اور دیگر مسائل پر

ڈاکٹر اسرار احمد کی معرکۃ الآرا تحریروں اور خطابات کے علاوہ مورخِ اسلام مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری، مولانا افتخار احمد فریدی، مہاجر کابل قاری حمید انصاری، پروفیسر محمد اسلم، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی، مولانا محمد زکریا، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور دیگر نامور علماء کرام اور اہلِ علم حضرات کی تحریروں پر مشتمل تاریخی مرقع

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے مبسوط مقدمے کے ساتھ

● ضخامت ۴۵۶ صفحات (نیوز پرنٹ) ● قیمت -/۴۰ روپے

'میثاق' اور 'حکمتِ قرآن' کے مستقل خریداروں کو یہ کتاب ۲۵ فیصد رعایت پر مبلغ -/۳۰ روپے بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پیش کی جائے گی ۔ ڈاک خرچ ادارے کے ذمے ہوگا —

نوٹ : کتاب چھپ کر آگئی ہے۔ کراچی کے خریدارانِ 'میثاق' و 'حکمتِ قرآن' یہ کتاب کراچی آفس (۱۱- داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت) سے بارعایت حاصل کر سکتے ہیں۔

ملنے کا پتہ :

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Jawad

We are manufacturing and exporting ready made gar-ents (of all kinds including shirts, trousers, blouses, jackets, iiforms, hospital clothing; kitchen aprons), bedlinen, tton bags, textile piece goods etc.

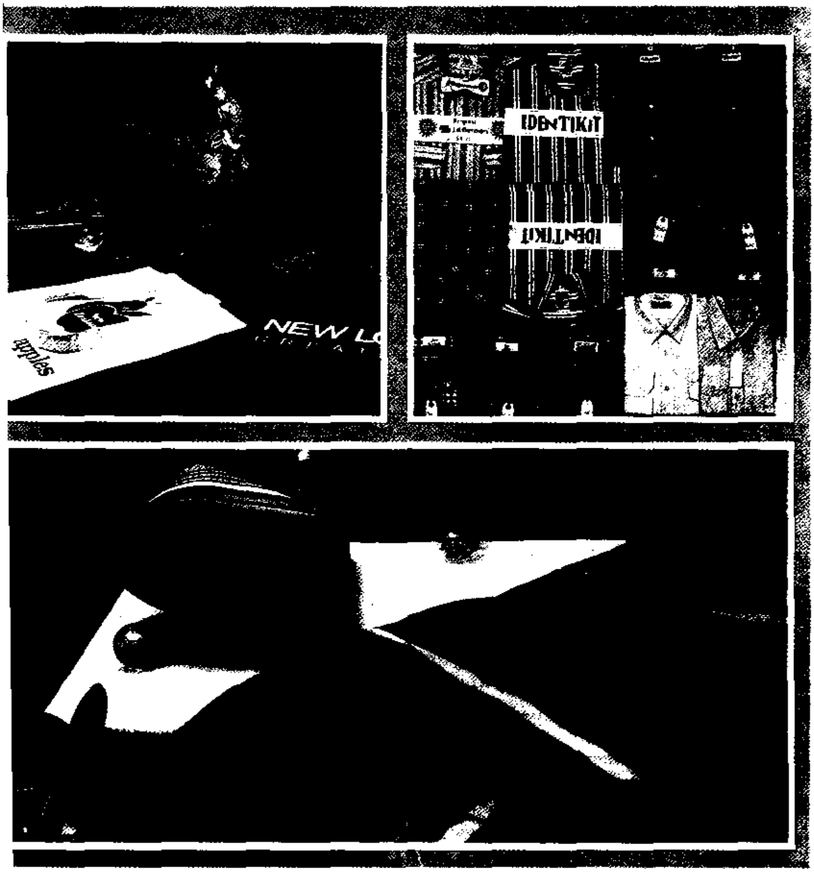

or further details write to :

/s. Associated Industries (Garments) Pakistan (Private) Ltd.,
/C/3-A (Commercial Area),
ızimabad,
ırachi - 18
ıle : 610220/616018/625594

MONTHLY
MEESAQ
LAHORE

Regd. L. No. 7360

VOL. 37 No. 1

JANUARY 1988